مراۃ الدین

حصہ اول

لاہور

نیو امپیریل پریس میں باہتمام سید رجب علیشاہ مالک و منیجر کے چھپا

سنہ ۱۸۹۲ء

اشتہار

مرقومہ ذیل کتب منیجر دھرم جیون کے پاس نقد قیمت بھیجنے سے حاصل ہوسکتی ہین

بنیاد الایمان براھمہ دھرم (اردو)	۲ـ
مذہب اور عقل (اردو)	ـ
لیلاوتی کا سوانح عمری (اردو)	۴ـ
اسرار دینیہ (اردو)	۱ـ
میری زندگی کا مشن (اردو)	/ـ
براھمہ سماج۔: وسکے مقاصد اور عقاید اوسکا پیام اور اوسکی تعلیم (اردو)	ـــ
آدرش براھمو ربراھمو کی زندگی کا معراج (اردو مین)	/ـ
مراۃ الدین حصہ دوم (اردو)	۳ـ
آدرش براھمو (ہندی زبان اور دیوناگری حروف مین)	/ـ
اُپاسنا پدھتی (پرماتما کی عبادت کا طریق ہندی مین	۱ـ
سنگیت پشپاولی (بھجنون کی کتاب ہندی زبان اور دیوناگری مین)	۱/

نوٹ۔ محصول ڈاک اس قیمت کے علاوہ دینا پڑیگا ❋

فہرست مضامین

نام	صفحہ
مذہبی راز	۳
ایمان اور عمل	۱۵
دین حقیقی کی پوری تصویر	۳۰
سیکٹیرین فرقے اور عالمگیر دھرم	۳۸

دیباچہ

ہم دلی مسرت کے ساتھ اپنے بعض احباب کی تحریک سے اُن تمام مضامین کو مرتب کرکے کتاب کی صورت میں شائع کرتے ہیں کہ جو ہمنے رسالہ [illegible] میں وقتاً فوقتاً لکھکر مشتہر کئے تھے اور اس نئی کتاب کا نام [illegible] رکھتے ہیں - چونکہ یہہ مضامین اپنے نفس مدعا کے لحاظ سے کئی حصوں میں تقسیم کئے گئے ہیں - اسلئے ہمنے بھی عملاً سے اس کتاب کو بھی ہمنے کئی حصوں میں تقسیم کر دیا ہے - چنانچہ یہہ سراج الدین کا پہلا حصہ ہے اسمین چار مضامین ہیں جنمیں سے پہلے تین پہلے ہی چھپ چکے ہیں اور چوتھا یعنی اخیر کا نمبر ۲ رسالہ سے لیکر شامل کر دیا گیا ہے - پہلے تینوں میں مطالب کا جو سلسلہ ہے وہ اس چوتھے کے ملجانے سے تکمیل کو پہنچ جاتا ہے - اور یہہ کل ملکر ایک خاص مقصد کو پورا کرتے ہیں یعنی اونسے ناظر کو سلسلہ وار ایک ایسے نتیجہ پر پہونچنے کا موقع ملجاتا ہے کہ جس سے اوسپر دین یا دہرم کی موٹی فلاسفی اور نیز اوسکی سکیٹرین اور عالمگیر صورت کا ایک عام مگر قابل فہم ڈھانچہ ظاہر ہو جاتا ہے -

ان مضامین کو دوبارہ چھاپتے وقت حسب موقع کہیں کہیں مناسب ترمیم اور ضروری اصلاح بھی کی گئی ہے اور حتی المقدور ان امور کا خیال رکھا گیا ہے کہ جس سے یہہ کتاب ہر فرقہ اور جماعت اور مذہب کے پڑھنے کے لائق ہو - پرماتما اپنی برکت نازل کریں اور اسے اپنی پیاری اولاد کے لئے مقبول کریں -

خدا کی طرف سے
نوع انسان کا خادم
س - ن - ا

لاہور - ۲۸ اگست [illegible]

مذہبی

جیسے کسی مرض کی تشخیص اور اوسکی اصل ماہیت بغیر علم طبابت کے دریافت نہیں ہوتی ویسے ہی بغیر سچی دینداری اور حقیقی بھگت ہونے کے مذہب کی اصلیت بہی معلوم نہیں ہوتی۔ جیسے کسی ایسے شخص کی نگاہ میں جو خود طبیب نہیں ہے۔ باوجود کسی مرض میں مبتلا ہونیکے اوس مرض کے کل بواعث اور اصل اسباب پوشیدہ رہتے ہیں ویسے ہی وہ شخص بہی جو اس دنیا میں محض دنیادار ہو کر رہتا ہے باوجود دنیوی علم میں کامل اور یگانہ ہونے کے اوس علت العلل کے ادراک اور اوسکے ارادہ کے علوم سے بے بہرہ رہتا ہے جسکی ہستی پر اس کل کائنات کی ہستی حصر رکہتی ہے۔ جب کسی طبیب کی نظر کسی مریض کے مرض پر پڑتی ہے تو گو اوسکی ظاہری آنکہیں ویسی ہی ہوتی ہیں جیسی مریض کی۔ مگر جن آنکہوں سے وہ مرض کی حقیقت اور اوسکے بواعث کی جانچ پڑتال کرتا ہے وہ آنکہیں اور ہوتی ہیں۔ مریض ان آنکہوں کے نہونیسے بجز مرض کی ظاہری صورت کے اور کچہہ نہیں دیکہتا۔ الا طبیب مرض کی ظاہری صورت کے علاوہ اوسکی اندرونی صورت کو بہی ایسی صاف اور ظاہر دیکہتا ہے جیسے کہ ہم ظاہری آنکہوں سے دنیا کی صدہا چیزیں دیکہی جاتی ہیں۔ چنانچہ یہہ ایک ایسی بات ہے کہ جسکے سمجہنے میں کسی شخص کو۔ خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان۔ عیسائی ہو یا یہودی۔ جاہل ہو یا عالم۔ کچہہ دقت نہیں پڑسکتی اور نہ اوسکے واقعی ہونے میں کسیکو انکار کرنیکی گنجائش باقی رہتی ہے۔ پس اس سے یہہ نتیجہ نکالنا کچہہ مشکل نہیں رہتا کہ ہر ایک امر کے

سمجھنے کے لئے ایک جُدی عقل اور ہر شے کے دیکھنے کے لئے ایک علیحدہ آنکھ ہے
آدمی کے چہرہ پر جو دو آنکھیں ہوتی ہیں وہ ہر ایک شے کے دیکھنے کے لئے کافی
نہیں ہیں۔ روحانی چیزیں تو ایک طرف رہیں مادی (جسم) چیزیں بھی اونکی ذریعہ
سے کل دکھائی نہیں دیتیں۔ چنانچہ مادی چیزوں میں جو نہایت باریک ہیں یا جنکا
بُعد انسان کی آنکھوں سے بہت زیادہ ہے اونکا دیکھنا ان آنکھوں کی طاقت سے
قطعی محال ہے۔ کیا آسمان پر سیکڑوں ستارے ایسے موجود نہیں ہیں کہ جو ہماری
آنکھوں سے اسقدر دوری پر ہیں کہ ہماری نظر کو اون تک رسائی نہیں ہوتی؟ مگر
یہ بھی ظاہر ہے کہ علم ہیئت کے جاننے والے اونکو بخوبی دیکھتے ہیں اور وہ بھی
سرسری طور سے نہیں بلکہ اونکی جسامت اور گردش وغیرہ کا حال بھی پورا پورا
مشاہدہ کرتے ہیں۔ مگر یہ سب ان آنکھوں سے نہیں جو ہر ایک انسان کے چہرہ پر موجود
ہوتی ہیں۔ بلکہ اونکے مشاہدہ کے لئے ایک نئی آنکھ ہوتی ہے کہ جس آنکھ کو
اصطلاح میں علم ہیئت کی آنکھ کہتے ہیں۔ اب فرض کرو کہ اس شخص کے پاس جو علم ہیئت
کی آنکھیں رکھتا ہے ایک شخص جاہل اور دہقانی جا کر یہ سوال کرے کہ بھلا آپ جن ستاروں کا ذکر
کرتے ہیں کہ وہ اس زمین سے اتنے کروڑ میل کے فاصلہ پر ہیں اور سورج اسقدر دور
ہے اور اوسکی رفتار اتنے ہزار میل فی سیکنڈ ہے وہ مجھے بھی تو دکھلائیے۔ تو وہ بیچارہ
اوسکے جواب میں کہیگا کہ اچھا تم بھی مثل میرے چند سال علم ریاضی اور پیمائش
اور علم ہیئت کے آلات کے ساتھ دماغ مارو۔ دماغ اسلئے مارتے ایک روز تمہارے بھی
مثل میرے وہی آنکھیں پیدا ہو جاینگی جنکے ذریعہ سے تم کو بھی اون ستاروں کی اصل
شکل کا دیکھنا اوسیطرح آسان ہو جائیگا جیسا کہ میرے لئے۔ چنانچہ جاہل مستفسر کی اس
جواب سے ضرور تشفی ہو جائیگی تو وہ علم ہیئت کے حاصل کرنے کے لئے طیار ہو۔ یا نہو
مگر اب فرض کرو کہ اس شخص کے پاس ایک ایسا شخص جا کر یہی سوال کرے کہ جو

سمجہنے کے لئے ایک جُدی عقل اور ہر شے کے دیکہنے کے لیے ایک علیحدہ آنکہہ ہے
آدمی کے چہرہ پر جو دو آنکہین ہوتی ہین وہ ہر ایک شے کے دیکہنے کے لیے کافی
نہین ہین۔ روحانی چیزین تو ایک طرف رہین مادی (جسمانی) چیزین بہی اونکی ذریعہ
سے کل دکہائی نہین دیتین۔ چنانچہ مادی چیزون مین جو نہایت باریک ہین یا جنکا
بُعد انسان کی آنکہون سے بہت زیادہ ہے اونکا دیکہنا ان آنکہونکی طاقت سے
قطعی محال ہے۔ کیا آسمان پر سیکڑون ستارے ایسے موجود نہین ہین کہ جو ہماری
آنکہون سے اسقدر دوری پر ہین کہ ہماری نظر کو اون تک رسائی نہین ہوتی؟ مگر
یہہ بہی ظاہر ہے کہ علم ہیئت کے جاننے والے اونکو بخوبی دیکہتے ہین اور وہ بہی
سرسری طور سے نہین بلکہ اونکی جسامت اور گردش وغیرہ کا حال بہی پورا پورا
مشاہدہ کرتے ہین۔ مگر یہہ سب ان آنکہون سے نہین جو ہر ایک انسان کے چہرہ پر موجود
ہوتی ہین۔ بلکہ اونکے مشاہدہ کے لئے ایک نئی آنکہہ ہوتی ہے کہ جس آنکہہ کو
اصطلاح مین علم ہیئت کی آنکہہ کہتے ہین۔ اب فرض کرو کہ اس شخص کے پاس جو علم ہیئت
کی آنکہین رکہتا ہے ایک شخص جاہل اور دیہاتی جاکر یہہ سوال کرے کہ "بہلا آپ جس ستارے کا ذکر
کرتے ہین کہ وہ اس زمین سے اتنے کروڑ میل کے فاصلہ پر ہے اور سورج اسقدر دور
ہے اور اوسکی رفتار اتنے ہزار میل فی سیکنڈ ہے وہ مجہے بہی تو دکہلائیے" تو وہ بیچارہ
اوسکے جواب مین کہیگا کہ "اچہا تم بہی مثل میرے چند سال علم ریاضی اور پیمائش
اور علم ہیئت کے آلات کے ساتہہ دماغ مارو۔ دماغ مارتے مارتے ایک روز تمہارے بہی
مثل میرے وہی آنکہین پیدا ہو جائینگی جنکے ذریعہ سے تم کو بہی اون ستارونکی اصل
شکل کا دیکہنا اور سمجہنا ویسہی آسان ہو جائیگا جیسا کہ میرے لئے"۔ چنانچہ جاہل مستفسر کی اب
جواب سے ضرور تشفی ہو جائیگی گو وہ علم ہیئت کے حاصل کرنے کے لئے طیار رہے یا نہو
اگر اب فرض کرو کہ اس شخص کے پاس ایک ایسا شخص جاکر یہی سوال کرے کہ جو

خدا کی پہچان محال ہے۔ لیکن یہہ ثابت کرنا چاہتے ہین کہ صرف عقل یا منطق کے وسیلہ سے خدا کی ہستی کا ثبوت کامل و یقینی نہین ہوتا۔ اور اسلیئے اوسمین غلطی کا احتمال رہتا ہے۔ اور علی ہذا القیاس مشاہدہ بھی بغیر مدد عقل کے ہمیشہ صاف اور صحیح نہین ہوتا۔ بلکہ غلطی سے ملا رہتا ہے۔ چنانچہ روحانی شئے تو ایک طرف مادی اشیاء مین بھی عقل و مشاہدہ کے اتفاق بغیر صحیح نتیجہ نہین نکلتا۔ مثلاً جب ظاہری آنکھون سے دیکھتے ہین تو زمین ہمکو قطعی بے حرکت معلوم ہوتی ہے۔ مگر عقل اس غلطی کو دفعہ کرکے ثابت کردیتی ہے کہ زمین ساکن نہین بلکہ متحرک ہے اسیطور پر سیکڑون باتین ایسی ہین جو عقلاً درست معلوم ہوتی ہین۔ مگر تجربہ اور مشاہدہ مین وہی بالکل غلط ثابت ہوئی ہین اور جو باتین منطق سے ایکدفعہ نادرست معلوم ہوتی ہین وہی واقعی تجربہ اور مشاہدہ کے ساتھ بالکل صحیح معلوم ہوتی ہین۔ پس اس سے ہر ایک سچے محقق کے لئے یہہ لازم آتا ہے کہ وہ دینی تحقیقات مین عقل اور مشاہدہ کو ایک کرے۔ کیونکہ دونون کی ہی موافقت نتیجہ کے صحیح ہونے مین کامل حکم رکھتی ہے۔ دنیا مین آج جو بہت سے لائق اور عالم لوگ ایسے دیکھنے مین آتے ہین کہ جو خدا کی ہستی اور اوسکے اوصاف کے دریافت حال مین اپنی تئین عاجز ظاہر کرتے ہین یا دوسرے لفظون مین یون کہو کہ وہ خود باوجود عالم اور فاضل ہونیکے بجز اپنی عقل اور منطق کے اس لائق نہین پائے کہ جس سے خدا کی ہستی کا ثبوت اونکے ذہن نشین ہوسکے اور اور اسلیئے بعض اونمین سے متشکک (اسکیپٹک) ہوجاتے ہین اور بعض پازیٹوسٹ اور بعض منکر ہوجاتے ہین۔ علاوہ انکے جو مذہب والے ہین اونمین بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض خدا کو واحد لاشریک سمجھتے ہین بعض اوسے آدمی کی صورت مین یعنی اوتار ہونا بھی یقین کرتے ہین

اور بعض ان دونون سے بڑھکر تثلیث کے مسلہ کی پیروی کرتے ہین۔ پس یہ کل اختلاف عقل کی کمی و بیشی اور مشاہدہ کی نفی سے موجود ہوا ہے۔ ہر فریق کا آدمی اپنے خیال اور دلائل عقلی پر ناز کرتا ہے اور انہین کو کامل یقین کرتا ہے۔ مگر سچے محقق کی نگاہ مین اوسوقت تک انمین سے کوئی بھی اپنے دعوی مین کامل نہین ہوسکتا۔ جبتک کہ اوسنے اپنے نتیجہ کو عقل اور تجربہ دونون کے اصول پر مبنی نہ کیا ہو۔ کیونکہ ہمنے اوپر ثابت کیا ہے کہ بغیر ان دونون کی موافقت کے کسی شخص کے دعوی پر صحیح نتیجہ کا اطلاق قائم نہین ہوسکتا۔ آجکل کے بہت دیسی تعلیم یافتہ اجنکو بجز اسکول کی تیاری مین کتب کے کہوتر کے اور فرصت کیوقت کو کھیل کود اور گپ شپ مین پورا کرنے کے روحانی امور سے قطعی ناواقفیت ہوتی ہے یورپ کے بعض مشہور عالمون مثلاً اسپنسر ہکسلی وملز وغیرہ کی اون رایون کو پڑھکر یا سنکر جو اونہون نے مذہب کے بارے مین ظاہر کی ہین خود بھی مذہبی معلومات کا بڑا عالم سمجھکر اونہین کے پیرو ہونے کا فخر کرتے ہین۔ اور خیال کرتے ہین کہ یہ بھی مبارک انیسوین ١٩ صدی ہے کہ جسمین دنیا مین ایسے عالم پیدا ہوئے ہین کہ جنہون نے دلائل عقلی سے ثابت کر دیا ہے کہ خدا کی ہستی کا ثبوت نہین۔ یا یہ ایک ایسا مسلہ ہے کہ جسکے اوپر غور کرنے کی ہمین کچھ ضرورت نہین۔ کیونکہ اسکا حل انسان کی طاقت سے باہر ہے تاہم ہم اونکے اس مقولہ اور نیز اونکا اس لیکچر اور کتب و تحقیقات پر نہایت افسوس کرتے ہین۔ کچھ اسلئے کہ جس دہریہ پن کے خیال کو آج وہ انیسوین ١٩ صدی سے منسوب کرکے فخر کرتے ہین وہ جدید نہین بلکہ ہزارون برس پہلے ہمارے اون متقدمین بزرگون کے زمانہ مین بھی موجود تھا۔ جنکو آج ہم غیر مہذب یقین کرتے ہین

[illegible] کو نظر کر وجنکو لکھے ہوئے
[illegible] کیپلر وغیرہ کی تصنیفات
[illegible] پیچ پر ہوا وسمیں بھی حضرت
[illegible] کون [illegible] با وجود ایسے
[illegible] تھے پس کسی
[illegible] علم [illegible] اور
[illegible] صورت [illegible] صرف ان لوگوں کی
[illegible] استعمال [illegible] اور
[illegible] ہیں کیونکہ اگر [illegible]
[illegible]
[illegible] کی [illegible] والوں کا
[illegible] عالم کا اول [illegible]
[illegible] اختلاف [illegible]
[illegible] نہیں [illegible]
[illegible] آج ایسے
[illegible] کی فضیلت [illegible] پائی [illegible] ہیں مگر علوم نے
[illegible] خدا کی ہستی کو [illegible] کیا اور [illegible] نہیں اس مقولہ کا قائل
[illegible] حاصل ہونا انسان کی طاقت سے
[illegible] نہوں نے [illegible] کو حاصل کیا اور [illegible] خیالات
[illegible] مضبوط ہوگئے - خدا کی ہستی کے صرف [illegible]
[illegible] مرحوم [illegible]

ہین جنکو دینی مشاہدہ حاصل نہین ہے اور جو صرف علم کی آنکھون سے خدا کو
پہچاننا چاہتے ہین - اسپنسر - ادھکسلی اور مل وغیرہ کی کتب کو پڑھکر
جو لوگ اونکے خیالات کی پیروی کرتے ہین وہ یہہ نہین سوچتے کہ ان محققون
کے خیالات مذہبی معاملات مین ہرگز درست نہین ہوسکتے کیونکہ اونہون نے
جس علم یا جن علوم مین قابلیت پیدا کی ہے وہ کل دنیوی علوم ہین دینی
معرفت کا انمین سے کوئی عالم نہین ورنہ اونہون نے اپنی زندگی کو طریق
دینداری کا نمونہ بنایا - پس جس علم مین اونکا خود عبور نہین ہوا اوسکے
بارہ مین اونکی رائین کیونکر صحیح اور صایب ہوسکتی ہین ؟ کیا ایسے سیکڑون لوگ
ہمارے ملک مین موجود نہین ہین جو باوجود پڑھے لکھے ہونے اور خاندانی کہلانے
کے ایسی رائے ظاہر کرتے ہین جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اونکی رائے مین بعض
بوٹیان ایسی موجود ہین کہ اونکے ذریعے سے تانبے کو گلاکر سونا بنا سکتے ہین -
گویا اونکی رائے مین تانبے کا سونے کی شکل مین تبدیل ہوجانا ممکن ہے -
لیکن ایسا ایک ایسے شخص کے پاس جاؤ جو علم طبعی اور کیمیا (کیمسٹری) کا عالم
ہو اور پوچھو کہ تانبے کا سونا بن سکتا ہے یا نہین ؟ اور وہ اسکے جواب مین
صاف کہیگا کہ نہین - اگر تم وجہ سمجھنا چاہوگے تو علم طبعی کے مسائل سے تمہاری
تشفی بھی کردیگا - گویا اس تحقیقات کا عقدہ جسمین تبدیل دھات کا تعلق ہے
بحیثیت مسئلہ کہ اوسکا تعلق علم طبعی سے ہے کسی ایسے شخص سے جو علم طبعی کا عالم
نہین ہے - گو کیسا ہی پڑھا لکھا اور خاندانی کیون نہو - ہرگز نہین کھل سکتا -
چونکہ یہہ تحقیقات بھی مثل اور بہت سی تحقیقاتون کے تجربہ کی محتاج ہے -
اور دھاتون کی اصل ماہیت اور انکے خواص کا علم - کیمسٹری کے تجربات
پر موقوف ہے - پس جس طور پر اس مسئلہ مین خیالی ہوسون کی رائے محض غلط

اور ہیچکارہ ہے - ویسے ہی دینی معاملات مین اون لوگون کی رائے بھی
جو محض علم طبعی یا منطق اور اصول سیاست مدن کے لاثانی عالم یا مصنف اور
محقق ہین - صداقت سے مبرا ہوتی ہے اور ہرگز ہرگز تسلیم کے قابل نہین ہوسکتی
دینی امور مین صرف اونہین کی رایون کا پورا پورا وزن ہوسکتا ہے جنہون
نے دینداری اور نیز دینی تحقیقات مین اپنی عمر عزیز کو صرف کیا ہے - اور
اسموقع پر ہم یہ نہایت جرات اور فخر کے ساتھ کہتے ہین کہ دینی تحقیقات
مین جیسا ہمارا ملک مصروف رہا ہے ایسا کوئی دنیا مین نہین رہا - جیسے ہمارے
ہی بزرگ رشی گذرے ہین جو گھر بار چھوڑ جنگل مین جاکر کل عمر دہرم کی تحقیقات
مین وقف کردیتے تھے - اور پہاڑ کی کھوہون مین بیٹھے بیٹھکر محض دینی مسایل کے
حل کرنے مین محو رہتے تھے - گو وہ آج اس دنیا مین نہین ہین - مگر اونکی
تصنیفات یہان موجود ہین اور ان کل کتب مین روحانی دنیا کے جو تجربات
اور مشاہدات وہ درج کر کے چھوڑ گئے ہین - وہ دینی طالب علمونکے لئے
دینی معلومات کی ایک کان ہین - خدا نخواستہ ہم مرقومہ بالا عالمون کی
مذہبی رایکو قابل تسلیم سمجھین مین اپنی طرف سے کسیطرح پاس ادب مین کمی
ظاہر نہین کرتے ہین - بلکہ نہایت تعظیم اور ادب کے ساتھ اونکی اون
کوششون کے لئے اپنی اور اپنی قوم کیطرف سے مشکوری کا اظہار کرتے ہین
جو علم طبعی - سیاست مدن اور منطق وغیرہ کے متعلق جدید تحقیقاتون کے
ساتھ روشنی ڈالتے وقت اونسے عمل مین آئی ہین - ہان دینی علوم پر
اونھون نے جو کچھ رائین ظاہر کی ہین اونکے قبول کرنے سے ہم بیشک اسلیئے
معذور ہین - کہ جن علوم کے ذریعہ سے اونھون نے دینی مسایل خصوصاً
خدا کی ہستی کو حل کرنا چاہا ہے - وہ مذہبی راز کے انکشاف کا - جیسا کہ ہمنے اوپر

ثابت کیا ہے حقیقی اور کامل وسیلہ کھولنے سے راستی پر مبنی نہین ہے -

ہماری ناظرین مرقومہ بالا مضمون کو پڑھکر ایک دفعہ یہہ ضرور جاننے کی خواہش کرینگے کہ جب دلائل عقلی اور منطق سے خدا کی ہستی کا ثبوت کامل اور یقینی نہین پہونچ سکتا - اور اوسکے ساتھہ مشاہدات اور تجربات کی احتیاج باقی رہتی ہے تو وہ مشاہدات اور تجربات کیا ہین اور کیونکر حاصل کئے جا سکتے ہین ؟ اس سوال کے جواب مین ہم نہایت اختصار کے ساتھہ صرف اسیقدر کہنا چاہتے ہین کہ جیسے علوم طبعی کے تجربات کے لئے مادی دنیا ہے - اور علم ہیت کی تحقیقات اور مشاہدات کے لئے اجرام فلکی ہین اوسیطرح پر خدا جو روح مطلق ہے اوسکی ہستی اور نیز علوم دینی کے مشاہدات کے لئے غیر مادی یا روحانی دنیا ہے جیسے مادی دنیا مین ہماری چیزون کے دیکھنے کے لئے نیچر نے ہمین مادی آنکھین دی ہین اوسیطرح روحانی دنیا مین دیدار الہی اور اوسکے اوصاف اور دیگر بے تعداد حالات کے مشاہدہ کے لئے روحانی آنکھین بھی ہمکو عنایت ہوئی ہین - چنانچہ جیسے ہماری روح ایک نہایت لطیف چیز ہے ویسے ہی ہماری روحانی آنکھین بھی نہایت لطیف ہین - مادی دنیا جو نہایت کثیف ہے اوسمین مدت تک رہنے اور رات دن دنیوی چیزون اور گناہ مین غرق رہنے سے ہم ایک ایسی عادت کے انسان بنجاتے ہین کہ گویا یہہ ہماری نگاہ مین روحانی دنیا بجز وہم اور خیال کے اور کچھہ وقعت نہین رکھتی - مگر درحقیقت یہہ ہماری غلط فہمی ہے - روحانی دنیا اسی مادی دنیا کے اندر ہے اور چارون طرف سے خدا کی ہستی سے محیط ہو رہی ہے - جیسے اس دنیا کی تمام مادی چیزین آفتاب کی روشنی سے منور ہوتی ہین - اوسیطرح پر روحانی دنیا کی کل

چیزین اور اوسکے کل قوانین نور الٰہی سے منور اور روشن ہین - پس ہر ایک روح انسانی جیسنے یہہ قوت پیدا کرلی ہو کہ وہ مادی دنیا کے گرداب سے حسب خواہش گذر سکتی ہو - تو وہ بیشک مادی دنیا سے گذر کر روحانی دنیا مین داخل ہو سکتی ہے - اور وہان وہ ذات الٰہی اور اوسکی کامل ہستی کو اوسی خوبی اور لطافت کے ساتھ روحانی آنکھون کے ذریعہ سے مشاہدہ کر سکتی ہے جیسے کہ وہ اس دنیا مین صدہا مادی چیزین جسمانی آنکھون کے ذریعہ سے مشاہدہ کرتی ہے - چونکہ روحانی آنکھین روح کی صرف روحانی دنیا مین جانے سے کہلتی ہین - اور خدا روح مطلق ہے اسلیئے جسمانی آنکھون سے جو خدا کی ہستی کو دیکھنا چاہتے ہین - وہ ہمیشہ اپنے ارادہ مین ناکامیاب ہوتے ہین - عقل اور منطق سے ہر ایک شخص حسب لیاقت اور اپنے اپنے خیال اور فکر کے موافق خدا کی ہستی یا عدم ہستی کی دلایل پیش کر سکتا ہے - مگر اونکے ذریعہ سے خدا کو کوئی دکھلا نہین سکتا کیونکہ وہ خدا کے دیکھنے کی آنکھین نہین ہین - پس یہی وجہ ہے کہ مراتب عقلی کے اختلاف سے خدا کی ہستی کا ثبوت یا عدم ثبوت کل لوگون کے ذہن مین یکسان موثر نہین ہوتا - اگر ایک کے خیال مین وہ کامل ہے تو دوسرے کے خیال مین مذبذب ہے اور تیسرے کی رائے مین اس مسلہ کا حل ہی طاقت انسانی سے باہر سمجہا جاتا - پس اس بحث کے بعد اس نتیجہ پر پہونچنا کچھ مشکل نہین رہتا کہ علوم اور منطق وغیرہ کی تکمیل اگرچہ بشرط صحیح استعمال خدا کی پہچان کا معمولی اور امدادی ذریعہ سمجہی جا سکتی ہے مگر اوسکی ہستی کے دکہلانے یا کامل ثبوت اور یقین کے پیدا کرنے مین وہ فی نفسہ کامل ذریعہ نہین ہے - پس خدا کی ہستی کا یقینی ثبوت ڈھونڈنے والے کے لئے قوت مشاہدہ کا حاصل کرنا از بس

ضروری اور لازمی ہے - دیندار کہلانے والون مین بھی جو لوگ مشاہدہ کی قوت سے
احتراز نہین ہین - اور جب ارادہ مادی دنیا سے نکلکر روحانی دنیا مین جانے کی طاقت
نہین رکھتے ہین اونکے دلون پر بھی خدا کی ہستی کا ثبوت کامل طور سے منقوش نہین
ہوتا اور اسلیئے ایسے لوگون کا دل اعتقاد اصلی کے لحاظ سے اکثر اوقات ڈانوا ڈول
رہتا ہے - اور امکان رہتا ہے کہ وہ ایک روز دیندار سے لا مذہب ہو جاوین
یا در صورت دیندار کہلانے رہنے کے خفیہ طور سے لا مذہبی اور دہریہ پن کی زندگی
بسر کرین - ہم اس مضمون مین اون روک اور مشکلات کا ذکر نہین کرنا چاہتے ہین
جو انسان کو حصول مشاہدہ یا دوسرے لفظون مین روحانی دنیا مین جانیکے وقت
پیش آتی ہین - اور نہ اسوقت اون طریقون کا ہی بیان کرنا چاہتے ہین جنسے وہ مشکلات
رفع ہو سکتی ہین اور انسان بعد دفعیہ اون روک اور مشکلات کی روحانی دنیا مین
جانے کی قابلیت پیدا کر سکتا ہے - مگر ہان اس موقع پر اسقدر لکھنا چاہتے ہین کہ [illegible]
کی نسبت جو اکثر لوگون کا یہہ خیال ہے - کہ اونکے ممبران مذہبی کل مسائل کو محض عقلی
دلائل پر مبنی کرتے ہین یہہ غلط ہے - براہمہ سماج محض علم اور عقل پر خدا کی ہستی
کے ثبوت کو منحصر نہین کرتے بلکہ ایمان جینی اور طریق مشاہدہ کے اتفاق سے عقلی
دلائل کی پیروی کرتی ہے - کیونکہ بغیر اول الذکر کے آخر الذکر کے نتائج تحقیق
معتبر نہین - یہہ روحانی ہی مشاہدہ ہے اور روحانی ہی دنیا ہے جو مذہبی اصول کو
مثل آئینہ کے ظاہر کرتے ہین - روحانی دنیا مین جانے سے سب اختلاف مذہبی رفع
ہو جاتے ہین - ہر ایک دینی مسلہ کی اصلیت کہل جاتی ہے - وہان داخل ہوتے ہی
سب کل مذہبی تفریق کافور ہو جاتی ہے - وہان یہان کے مثل نہ کوئی ہندو نہ آریہ رہتا ہے
[illegible] - نہ عیسائی رہتا ہے اور نہ بودہ - نہ یہودی رہتا ہے اور نہ [illegible] جینی [illegible]
[illegible] آفتاب کی روشنی کے ہر ایک شے کو [illegible]

آنکھون سے ایک ہی شکل اور صورت مین معائنہ کرتے ہین اوسیطورپر روحانی دنیا
مین بھی نور الہی کے ذریعہ سے ہم کل روحانی چیزین اور دینی مسایل صاف اور روشن
دیکھتے ہین - وہان یہان کیطرح مذہب کے بارے مین کوئی عقلی یا اعتقادی افرقہ قایم
نہین رہتا - وہان کیا وید کے معتقد اور کیا انجیل اور قران کے معتقد کل ایک
ہوجاتے ہین - وہان جیسے خدا ایک ہے ویسی ہی اوسکے دین کی ایک ہی کتاب ہے
اسلیئے سب اوسی حقیقی کتاب کی پیروی کرتے ہین - روحانی دنیا مین ہندو بجز
حقیقی وید کے اوس وید کو نہین موجود پاتا ہے - جو سنسکرت زبان مین ہے اور
نہ وہان اوسے اپنے چوکے کا کہین نشان ملتا ہے اور نہ بت پرستی یا اوتار پرستی کا
نہ وہ جگناتھ جی کو پڑی ہین مقیم پاتا ہے - اور نہ مہادیو جی کو کاشی مین - وہان
وہ گنگا اور جمنا - سرجو اور نربدا - ستلج اور راوی کو مثل اور دریاؤن کے سبکو
پہاڑ کا پانی ملاخطہ کرتا ہے - وہان نہ وہ کسیکی چوٹی دیکھتا ہے اور نہ جنیو سب
برن اور کل قومون کے لوگ وہان ایک ذات مین نظر آتے ہین - مسلمان جب روحانی
دنیا مین داخل ہوتا ہے تو وہان وہ قران نہین دیکھتا جو عربی زبان مین ہے -
اور نہ وہ بہشت دیکھتا ہے جسمین حورین اور غلمان موجود ہین - اور نہ وہان وہ
کسی کو خدا کے خاص الخاص مین ایسا موجود پاتا ہے جو کسی قوم یا فریق کی شفاعت کا
مدعی ہو عیسائی بھی وہان جاکر حیران ہوتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ اوسکی بائیل
مین جن باتون کا ذکر تہا وہ کل راست نہین ہین وہان وہ دیکھتا ہے واحد
لاشریک کے ساتھ وحدانیت ہے تثلیث اور تثلیث مین واحدانیت کا مسئلہ صادق نہین آتا
ہے اور نہ ہمیشہ کے جہنم کا ہی کیطرف نشان ملتا ہے - کسیکی شفاعت کا بہی وہان پر
کوئی مدعی نہین ہے اور نہ کسی انسان پر صرف ایمان لانے سے کسیکو گناہون
سے نجات ملتی ہے وہان جسطور پر ہر ایک کو خدا کی بے ہمتا صورت صاف

اور عیان نظر آتی ہے - اوسیطرح ہر ایک حقانی دین اور اوسکے سیدہی سادہی
عام فہم اور غیر مبدل مسایل بھی ایسے صاف اور روشن دکھائی دیتے ہین کہ جنمین
شک کرنیکی کسیکو گنجایش نہین رہتی - خداوند کریم ہم سبکو روحانی دنیا مین جانے
کی قوت عطا کرے اور ہمیں ایک پاسکیٹرین پن کے کل جھگڑون سے نکالکر ایک
عالمگیر مذہب حقیقی کا معتقد بناکر ہماری ساری روحانی مرادون کو پورا کرے - آمین

ایمان اور علم

دونوں کے جداگانہ مقاصد اور باہمی تعلقات

ہر ایک ایسے شخص کے لئے جو سچّے دیندار ہونے کی آرزو رکھتا ہو یہ امر نہایت ضروری بلکہ لازمی ہے کہ وہ ایمان اور علم کی تعریف اونکے جداگانہ مقاصد اور اُنکی باہمی رشتہ کے مفہوم کو بخوبی تمام سمجھے اور ذہن نشین کرے خصوصاً اس اُنیسویں صدی کے زمانہ میں جبکہ نہ صرف لوگوں کو آفتاب علم کی روشنی سے ہر ایک شئے کو واقعی اور اصلی صورت میں مشاہدہ کرنیکی غرض سے اپنے اپنے دماغ کو روشن کرنیکا موقع حاصل ہے بلکہ انگلش گورنمنٹ کے زیر حکومت ہونے سے انسانی تمنا کی پورا کرنیوالی آزادی جیسی نعمت غیر مترقبہ بھی ہمکو حاصل ہے کہ جس سے ہم بلا خوف و خطر جھوٹے اصول کو چھوڑنے اور سچے اصولوں کے اختیار کرنیکا پورا اجازت رکھتے ہیں۔

ایمان۔ مذہبی اصطلاح میں روح کی اوس قوت سے مراد ہے کہ جسکی بدولت انسان ایک غیر مجسم یعنی نرنکار اور اپنے سے اعلیٰ اور اپنے اوپر قادر اور حاکم کی روحانی یا چیتن شے کی ہستی کا بالطبع قائل ہوتا ہے اور اوسکے ساتھ وابستہ یا تعلق پیدا کرتا ہے اور جسکی ترقی سے آخرکار ایک ایسی ہستی خدا کو جو تمام کائنات کا خالق ہے اپنا معبود حقیقی اور اپنی روحانی بھلائی کا منبع جان اوسکی حقیقی ہستی سے [illegible] سے اپنے تئیں فیضیاب کرتا ہے۔ یہی ایمان مذہب یا دین کی [illegible]

سائنس کہتے ہین اوس سے مراد یہان پر صرف اوس تحقیقات یا معلومات سے ہے کہ جو بیرونی یا جسمانی دنیا سے متعلق ہے - اور جسکی تحقیقات ظاہری حواسون او عقل پہ مبنی ہے - اور یہہ معلومات جسمانی آرام اور آسایش کے مہیا کرنے والی چیزون کو فراہم کرنے اور ترقی دینے - ذہن کو تیز اور رسا بنانے - بیرونی تہذیب کے وسایل بہم پہونچانے کا اعلی ذریعہ ہے دونون ہی انسان کے لئے ضروری ہین - پہلا روحانی بہبود و ترقی کے لئے دوسرا دنیوی بہبود اور ترقی کے لئے - دونون مین یہہ ضابطہ قدرت نے ایک ایسا عجیب اور عمدہ رشتہ رکھا ہے کہ بشرط اعتدال مین رہنے کے ایک دوسرے کا معاون اور مددگار ہے مگر فی زمانہ ہی دیکھا جاتا ہے کہ ایمان اور علم مین بجائے متفق ہو کر اعتدال کی صورت پکڑنے کے ایک پر دوسرے کے غالب آنے سے دیندار اور عالم کے نام سے دو جداگانہ فریق پیدا ہو گئے ہین جنمین ایمان (ایقان) غالب ہے وہ اپنے تئین سچے دیندار کا فخر کر کے فریق ثانی یعنی عالمون کو منکر اور دہریہ کہتے ہین اور جنمین علم غالب ہے وہ دیندارون کو متعصب - پاگل خبطی اور حقیقت حال سے ناواقف قرار دیتے ہین - دین علم کو اپنا جانی دشمن قرار دیتا ہے اور علم دین کو اپنی فتوحات کے حصول مین سد راہ قرار دیتا ہے جہان کہین لوگون کو علم و فلسفہ کا کچھہ نہ کچھہ لطف ملا ہے وہان وہان دیکھا جاتا ہے کہ دیندارون اور عالمون مین ایک سخت لڑائی واقع ہے اب سوال یہہ ہے کہ دونو مین فتح کسکی ہوگی - دین کی یا علم کی ؟ اور آیندہ کو دنیا مین دیندارون کا نشان قایم رہیگا یا عالمون کا جھنڈا آیا لوگ علم کے پیرو ہو جاوینگے یا ایمان کے معتقد رہینگے یا [illegible] آخر کار دونون رفتہ رفتہ غیر اعتدالی کی صورت چھوڑ کر اعتدال مین آکر [illegible] ہو جاوینگے - بیشتر اسکے کہ ہم مذکورہ بالا سوالات کا جواب دین - یہہ امر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اول اون اسباب کو ظاہر کرین کہ جو علم (سائنس) اور ایمان کی بنا کے [illegible] سمجھے گئے

ہین دنیا کی تاریخ کے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دنیا مین ایمان کی ابتداء علم سے کہین پہلے سے ہے - کیا معنی کہ جس زمانہ مین علم کا نام و نشان بھی نہ تھا اور لوگ مطلق یہہ نہ جانتے تھے کہ ہر ایک چیز کی اصل ماہیت کی واقفیت محض قوانین قدرت اور دلائل عقلی پر مبنی ہے اوس زمانہ مین بھی لوگون کے دل ایمان کی روشنی سے منور تھے - بیشک یہہ معلوم نہین ہو سکتا اور نہ شاید آئندہ کبھی معلوم ہوگا کہ کب اور کسوقت ایمان نے وجود مین آکر نوع انسان کے دلون مین اپنی جڑ قایم کی - چنانچہ جسطرح کوئی فلاسفر - (فلسفہ کا عالم) یہہ نہین کہہ سکتا کہ بچے کے دماغ مین کب اور کسوقت سے خیالات کے پیدا ہونے کا آغاز ہوتا ہے - اوسیطرح یہہ جاننا بھی قرین امکان نہین معلوم ہوتا کہ انسان کب اور کیونکر ایمان کی بدولت دیندار بنا - گو ہان اسمین شک نہین کہ وہ زمانہ تھا کہ جب تعلیم کا وجود در کنار اوسکے نام سے بھی لوگ واقف نہ تھے - اور نہ یہہ جانتے تھے کہ قانون قدرت کس درخت کی شاخ کو کہتے ہین - جدہر نظر ڈالتے تھے اونہین ہر دینی خیالات کے اکسانے والے - اور دلکو کھینچے ہوئے پیارے کی محبت مین غرق کرنیوالے سامان نظر آتے تھے - کیا سورج کیا چاند کیا تارے اور دیگر بے انتہا اجرام فلکی کیا عظیم الشان کرہ زمین کیا بڑے بڑے اونچے اور آسمان کو چہونے والے پہاڑ کیا سمندر اور اوسکی مہیب آواز دینے والی لہرین کیا ہوا کے بڑے بڑے طوفان اور جہکوٹے - غرضکہ مخلوق کی کل چہوٹی بڑی چیزین متفق اور ہم آواز ہوکر انسان کے دلون کو کسی غیبی معبود یا معبودون کی قدرت اور رحمت سے منور کرتی تہین - غرضکہ یہہ ہر دیکہو اور ہر دین کا ذکر جہان جاؤ وہان ایمان اور اعتقاد کی باتین سننی باقی نہین - مگر رفتہ رفتہ وہ وقت بھی نہ رہا - اور لوگون کے فلسفے ترقی شروع کی - اور پہر جی مین اس دنیا کے متعلق بھی طرح طرح کے خیالات اوٹھنے لگے - یہہ دنیا کب سے ہے کیونکر وجود مین آئی

ہے۔ وہ کیونکر بنی ہے۔ وہ کیسے بنی ہے۔ کسنے بنایا ہے۔ وہ کیونکر قایم ہے۔ سورج چاند کیون
کبھی ظاہر ہوتے ہین اور کبھی چھپ جاتے ہین۔ علی ہذا القیاس بیرونی نیچیر کے ظہور
وفنا ہونیکی نسبت ہزارون سوال پیدا ہوتے ہونگے مگر سوالات تو اوٹھے الا انکا جواب
کیونکر دیا جاوے۔ نہ علم اور نہ عقل تو کچھہ ایسا تھا نہین۔ صرف عبادت ہی عبادت مناجات
ہی مناجات اور استغراق ہی استغراق تھا۔ لیکن یہہ طبیعت انسانی کا خاصہ ہے کہ
جب انسان کے دل مین کسی امر کی حقیقت جاننے کے لئے کوئی سوال پیدا ہوتا ہے تو
جب تک کہ وہ اوسکا کوئی نہ کوئی جواب صحیح ہو یا غلط حاصل نہین کرلیتا تب تک اوسکے
جی کو تشفی نہین ہوتی۔ پس تھوڑے عرصہ مین ہر ایک نے کچھہ نہ کچھہ سبب گھڑکر اپنے
اپنے جی کی تشفی کرلی۔ چنانچہ اوسوقت اونہون نے نہ صرف پیدائش کے مسئلہ کے
حل کرنے مین اکتفا نہ کی بلکہ اوسی ایمان اور اعتقاد کے جوش اور ولولہ مین ہر ایک
عجیب وغریب چیز اور واقعہ کے متعلق دریافت حال مین کچھہ نہ کچھہ موہوم خیال
قایم کرا اپنے دلون کی تسکین کر بیٹھے اور محض ایمان اور اعتقاد کی مدد سے کل امور
اور واقعات کی ماہیت دریافت کر مثل ایک فلاسفر کے ہر ایک شئے کی اصلیت
جاننے کا گھمنڈ کرنے لگے اور خودہی میان مٹھو بن بیٹھے۔ پس پھر تو یہہ کیفیت ہوگئی
کہ جب کبھی کوئی قدرت کا عجیب وغریب واقعہ مثل سورج گرہن یا چاند گرہن وغیرہ
کے دیکھتا اور اوسکے دلمین اس راز قدرت کے معلوم کرنیکی خواہش پیدا ہوتی تو
وہ فوراً دوڑتا اور ہادیان دین کے پاس پہونچکر مستفسر ہوتا۔ جناب! آپ لوگ
چونکہ کل راز قدرت اور اوسکے بھیدون سے واقفیت رکھتے ہین۔ مجھے عنایت
کرکے بتلائے کہ فلان واقعہ کیونکر ظہور مین آیا۔ سوال کا ہونا تھا کہ ہادی دین
نے نہایت فخر کے ساتھ اوسکا جواب دیکر اوسکی تشفی کردی اور وہ خوش ہوکر اپنے
گھر چلا گیا۔ چنانچہ اوس زمانہ کے ہادیان مذہب نے کل اسی قسم کی بیہودہ اور لغو باتین

اور وہ اتہین جو اوسنے مظاہر قدرت کی نسبت ظہور مین آئی تہین رفتہ رفتہ قلم بند ہوکر
دنیا مین ہر ایک قوم کی کتب مذہبی مین رواج پاگئین اور بلحاظ زبان ملک وید ان
قرآن اور حدیث اور بائیبل وغیرہ نامون سے نامزد کی گئین اور اخیر کو
جب یہہ کتب لوگون مین رواج پاگئین۔ تو بس پہر ایک ہی فریق ہادیان مذہب کا
رہ گیا کہ جو لوگون مین کل دینی و دنیوی مسایل اور قوانین قدرت کا راز دار سمجہا جاتا
تہا اور اسلیئے لوگون کے دلون مین اوسوقت مذہب اور احکام شریعت کا یہانتک
دخل ہوگیا تہا کہ پہر جدہر دیکہو اودہر مذہب کی بادشاہت ہے۔ جہان جاؤ وہان
ہادیان مذہب کی سلطنت ہے غرضکہ اسطور پر دنیا کی کل قومین ایک زمانہ تک ہادیان دین
کی اطاعت کرتے رہین۔ مگر پہر رفتہ رفتہ زمانہ نے رنگ بدلنا شروع کیا اور دنیا
مین مذہب کی بادشاہت کے مقابل اور ایک شئے بادشاہ نے سر نکالا اور اوسکی
حکومت کا آغاز ہونے لگا۔ کیونکہ انسان کی طبعیت مین خداوند کریم نے جسطور پر
دینی حس پیدا کیا ہے۔ اوسیطور پر اوسنے اوسے سوچ و بچار اور غور و فکر کے
ساتہہ مشاہدہ کی بہی حس سے مشرف کیا ہے چنانچہ جب پہلا شاعری کا زمانہ گذر گیا
اور لوگون کے فکر نے پہلے کی نسبت زیادہ ترقی حاصل کی۔ تو سابق کے مانند بلا سوچے
سمجہے ہر ایک بات کے قبول کر لینے کا طریقہ جاتا رہا۔ بس پہر اونہون نے کل امورات
واقعات اور قوانین قدرت کو بنظر غور مشاہدہ کرنا شروع کیا اور ہر ایک شے کی اصل
ماہیت معلوم کرنے کی غرض سے اوسکے متعلق خاص اصول اور قوانین کا فکر کرنے
لگے غرضکہ رفتہ رفتہ اونہون نے ہر ایک بات مین عقل اور فکر۔ حجت اور دلیل کو
دخل دینا شروع کیا۔ اور ہر ایک امر خواہ پیشتر سے کیسا ہی معتبر سمجہا گیا ہو اور ہادیان
مذہب اوسکی کیسی ہی گواہی کیون نہ دیتے ہون بلا ثبوت اعتبار کرنا چہوڑ دیا۔ پہر تو کوئی
قول یا فعل یا واقعہ خواہ وہ عالم کو لوگون کی نظر مین خدا سے ہی منسوب نہ سمجہا جاتا ہوا

ایسا نہ تھا جسکو اونہون نے ایک دفعہ عقل اور حقیقت اور قوانین قدرت کی کسوٹی
پر کھینچ نہین ڈالا۔ کہ جسپر کہنچتے ہی اونہین معلوم ہوگیا۔ کہ نادیان مذہب جن جن
روایتون اور حدیثون اور پرانون کا دم بھرتے ہین وہ سب لغو اور بے اصل
ہین اور اوتار اور پیغمبر بھی ایسے نہین جنکی کل باتین قابل یقین سمجھی جاسکین۔ چنانچہ اسی
خیال اور تجربہ مین اونکے دنون دن ترقی ہونے لگی۔ اور روز بروز اونکی تحقیق
اور تمیز زیادہ سے زیادہ بڑھنے لگی۔ اور دل مین اس تحقیقات کے متعلق بعد وا
صل اقلیتین۔ ایسی ایسی ظاہر ہونے لگین کہ جس سے اونکا دل اپنی تحقیقات کو
واقعی اور صحیح ہونے مین کامل بھروسہ کے ساتھ یقین کرنے لگا تھی کہ انتظام
دنیا کے بابت سیکڑون ایسی روایتین جو دیندارون مین مروج تہین اور جنپر
نادیان مذہب کم فہمی اور توہمات کے بندے ہوکر یقین کرتے تھے۔ ان محققون کے
نزدیک نہ صرف جھوٹھہ اور لغو ثابت ہوئین۔ بلکہ اونکے تحقیقات کے سلسلہ
ان چیزون کی سچی اور روشن تصویر بھی کہنچکر اونکے سامنے لا دکھائی۔ اور پھر
اونپر صاف صاف منکشف ہوگیا۔ کہ انتظام دنیا کا جن اصولون پر قایم ہے وہ
کچھ اور ہین اور نادیان مذہب کے ڈھکوسلے ان امورات کی نسبت محض بے
بنیاد ہین۔ اونہون نے دیکھا کہ جن قوانین کی بنا پر یہہ سارا انتظام کائنات کا
مبنی ہے وہ نادیان مذہب کے کبھی خواب وخیال مین بھی نہین آئے۔ چنانچہ
اس راز کا افشان ہونا تہا۔ کہ محققون نے کھلم کھلا کتب مذہبی پر عیب گیری شروع
کردی۔ اور نادیان مذہب کی روایتون پر نکتہ چینی کرنے لگے اور نادیان مذہب
محض تصور الہی کے سر وہین جو کچھہ کہانیان گھڑتے چلے آتے تھے۔ اونہون نے
اونکی جڑ اوکھاڑنی شروع کی اور خاص وعام مین ایک قسم کا اونہون نے تہلکہ ڈال
دیا۔ کون تہا جسنے ان محققون کو اس زور وشور کے ساتھہ نادیان مذہب پر حملہ کرنے کیلیے

مستعد کر دیا - اور اونسے مقابلہ کرنیکی طاقت دیدی؟ یہہ وہی تھا جسکو ہم لوگ علم سے موسوم کرتے ہین - مگر اوس وقت دین کی بادشاہت مین بیچارہ علم (سائنس) کی حکومت کو کون سنتا تھا ہر ایک چھوٹے بڑے نے محققون کے بارے مین کفر کے فتوے وغیرہ شروع کئے - اور خاص و عام ان بیچارون کو منکر - کافر - مشرک اور دہریہ وغیرہ نامون سے نامزد کرنے لگے اور علم و فلسفہ کے جانی دشمن ہو گئے اور یہی بنیاد فساد طرفین کی ہوئی - پھر تو جدہر دیکھو ادہر مار مار تہی - محققون اور ہادیان مذہب مین وہ سخت لڑائی شروع ہوئی کہ جسکے خیال کرنے سے ایک دفعہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین چنانچہ دنیا کی تاریخ اون واقعات سے بہری ہوئی ہے - کہ جسکے پڑہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا عالمون اور محققون پر ہادیان مذہب کی طرف سے اتنی جلادی اور سفاکی ہوئی ہے کہ جسکی کچھہ انتہا نہین اور وجہ اس حیرت ناک کشت و خون کی محض یہہ تہی کہ یہہ لوگ اپنے ہمجنس بھائیون کی بھی ہمدردی کی تحریک سے علم اور عقل کی تعلیم مین ترقی مد نظر رکھتے تھے - اور چاہتے تھے کہ لوگ مثل اونکے چھوٹے توہمات اور تعصبات کی بیڑیون کو کاٹ کر آزاد ہون - یہی خاص وجہ تہی کہ دیندارون نے ان بیچارون پر ظلم اور تعدی کو روا کیا - چنانچہ دنیا کے بڑے بڑے اور مشہور فلاسفرون نے مذہب والون کے ہاتھ سے جو کچھہ مصیبتین اوٹہائی ہین اونکے خیال کرنے سے ایک دفعہ پتھر کا دل بہی پانی ہو جاتا ہے - اور وہ بہی معمولی مصیبتون اور محض رواجی فتوون سے اونکا پیچھا نہین چھٹا - بلکہ اکثر اوقات اونکا اس سچی مخالفت مین سر بہی تن سے جدا کیا گیا ہے - مگر یہہ سب کچھہ اونہون نے دلی حوصلگی کیساتھہ برداشت کیا - اور کبھی حقیقت کے پہیلانے مین ایک قدم بہی پیچھے نہ رکھا - سچ ہے راستی ایسی چیز ہے - کہین ہو خواہ علم سے متعلق ہو یا دین سے جہان کہین ہستی ہے وہان اونکی

عدیم المثال طاقت دیکہی گئی ہے - اور یہہ کلام منڈکوپنشد کا ہمیشہ سے صادق رہا
ہے کہ सत्यमेव जयते नानृतम راستی کی فتح ہوگی جہوٹہ کی نہین) کیونکہ راستی
خدا ہے اور خدا خود راستی ہے - پس اگر مذہب والے چاہین کہ وہ اپنے جہوٹے
اور لغو مسایل اور بے اصل روایتون - اور تعصبانہ ہدایتون کی وعظ او نصیحت
سے علم کی تحقیق شدہ صداقتون سے لوگون کو محروم کردین تو یہہ اونکی محض
کم فہمی اور عین خام خیالی ہے - اور برخلاف اوسکے اگر عالم او محقق یہ چاہین
کہ وہ دین کی روحانی صداقتون اور دینداروں کے سچے مسایل ایمانی کو دنیا سے
دفع کردین تو یہہ اونکی محض بے علمی او کوتہ اندیشی ہے - خدا کی عبادت اور اُسکے ایک
حقیقی عابد کی روحانی طاقت کے مقابل ہزار عالمون اور لاکہہ محققون کی بے سروپا
دلیلین اور بے اصل تحقیقاتین کچہہ حقیقت نہین رکہتین - علم کا دریافت ہونا
اور اوسکے متعلق اصول اور قوانین قدرت کا معلوم ہونا نہ صرف مذہبی توہمات
اور تعصبات کی اصلاح کا باعث ہوا - بلکہ ہمارے روزمرہ کے تعلقات زندگی
مین نہایت ترقی ظہور مین آئی - اوسکے طفیل لوگ برسون کا سفر مہینون مین اور
مہینون کا چند دنون مین اور گہنٹون مین طے کرنے لگے - برسون مین پہونچنے والی
خبرون کو چند منٹون مین پہونچانے لگے - جن آنکہون سے بمشکل ایک یا دو میل کے
فاصلہ کی چیز دیکہہ سکتے تہے - اب کڑورون میل کی دور دراز اشیا گہر بیٹہے تماشا
دیکہنے لگے غرضکہ زندگی کے کل مراتب مین کیا کہانے پینے اور پہرنے کی چیزون مین
کیا دیگر ضروری باتون مین علم کا عجیب وغریب پر سحر اثر دیکہا جاتا ہے چنانچہ
اگر ہم ہزار برس پہلے کے آدمیون سے اپنے تئین مقابلہ کرین - اور کل مراتب زندگی
کو بغور ملاحظہ کرین تو معلوم ہوتا کہ کچہہ نسبت نہ کرا یا عالم پاک ؟ ہمکو اونسے کوئی نسبت
ہی نہین - یا یون کہو ہم اونکے مقابل ایسے معلوم ہونگے کہ گویا ہماری ایک دوسری اور

اعلی النسل انسانی پیدا ہوئی ہے - چنانچہ یہہ سب کسکے طفیل ہے ؟ صرف علم
کی طفیل علم نے ہمارے مشاہدات کی طاقت کو یہان تک بڑہا دیا ہے کہ جسکی
کچھہ انتہا نہین - گویا زمین اور آسمان کے قلابے ایک کردیے ہین کیا چہوٹی کیا بڑی
چیز مین دیکہو اسقدر تحقیقات ہوئی ہے کہ جدہر نظر پہیرو اودہر ایک معجزہ دکہائی
دیتا ہے الا اس علمی ترقی کو دیکہکر بعض محققین جو یہہ خیال کرتے ہین کہ پس اب
کسی زمانہ مین دین یا دہرم کا دنیا مین نام و نشان نہ رہیگا یہہ محض خام خیالی
اور کوتہ اندیشی ہے - اور کوئی حق پسند اور دور اندیش اونکی اس بات سے
اتفاق نہین کرسکتا کہ اس باہمی تکرار مین دو مین سے ایک کو کبھی قطعی فتح اور دوسرے
کو کبھی پوری شکست ملیگی - کیونکہ مذہب والون سے صرف یہہ غلطی ہوئی
کہ جن باتون کا وہ خود صحیح صحیح علم نہ رکھتے تہے - اونکے جاننے کے محض روائیتون
کی پابندی مین مدعی بنے - اور جو ملک اونکی حد حکومت سے باہر تہا - اسمین حکومت
کرنیکی غرض سے قوانین منضبط کرنے لگے اور جس چیز کا اونہین حق نہ پہونچتا تہا
اوسکو ہٹ دہرمی سے اپنی میراث سمجھنے لگے - اور یہی وجہ ہوئی کہ زمانہ حال کے
خیالات سے اونہین پسپا ہونا پڑا - اگر وہ اپنے حلقہ (دائیرہ دین) سے باہر اون
نہ دہرتے اور اون باتون کے جاننے کے مدعی نہ ہوتے کہ جنکا اونکے احاطہ واقفیت
سے کچھہ تعلق نہ تھا تو آج وہ اس ضعف اور بیکسی کی نوبت کو ہرگز ہرگز نہ پہنچتے
لیکن یہان تو برخلاف اس سچے مثل در آمدہ کے نادان مذاہب کے گمراہ فرقے نے
خود ہی کل قوانین قدرت اور انتظام کائنات کے رازدار بن جانے کا دم بہرنا
چاہا اور چاہا کہ خاص و عام محض اونہین کے خیالات کے مطیع ہوجاوین - مگر یہہ کب
ممکن تھا - آخر علم نے اونکی قلعی کہولدی اور وہ اپنے کئے کو پہونچے - الا
اس سے یہہ نہ سمجھا چاہئے کہ دین نے علم سے شکست کہائی - کیونکہ دین -

اور دینداروں میں ویسا ہی فرق ہے جیسا کہ سچ اور سچ بولنے والے ہیں - اگر کوئی شخص خود
سچ نہ بولے اور اپنے آپ کو سچا اور راست باز ظاہر کرے تو اوس سے وہ سچائی کی
اوٹ میں جو جھوٹ بولنے باعث جب کبھی ندامت حاصل کریگا تو یہ نہیں سمجھا جائیگا کہ یہ
جھوٹے کی ندامت ہے سچ کو شکست پہنچا [illegible] ادیان مذہب کے جھوٹے مسائل
اور بے اصل روایتوں کو علوم سے زک پہونچنے کے باعث یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ دین کو
زک سے دین کو شکست نصیب ہوئی - چنانچہ اس تجربے سے طرف ثانی بھی [illegible]
ہیں کیونکہ جو غلطی مذہب والوں کے عائد حال رہی وہی خرابی عالموں اور
محققوں کے بھی دامنگیر ہوئی ہے - کیا اکثر اوقات وہ علم اور فلسفہ کے زعم پر
یہ کہتے ہوئے نہیں سنے گئے کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ جس میں مذہب کو دنیا کے
لوگوں کو سلام کرکے رخصت ہو جانا چاہئے پس یہ لوگ بھی [illegible]
صداقتوں کے سمجھنے میں قاصر ہے [illegible] اختلاف [illegible]
سنتے ہیں کہ برخلاف اسکے یہ لوگ دینی [illegible] کو [illegible] پر [illegible]
جاتے ہیں اور سچے اخلاقی اور روحانی رموز [illegible]
خوش کرتے ہیں کہ اوسکے [illegible] انسان [illegible]
ہے - چنانچہ اسی خام خیالی اور گھمنڈ کی بدولت یہ [illegible]
اکثر فلاسفروں نے موت کیوقت انجام کار اپنی [illegible] کا اظہار [illegible]
کیا وہ اوس نازک وقت میں [illegible] اونکی روح قالب عنصری سے [illegible]
تھی اشرمساری اور عاجزی کے ساتھ اپنی غلطیوں کے مقر نہیں [illegible] گئے
باوجود اون کوششوں کے کہ جو وہ نوع انسان کے دلوں سے [illegible]
نے کے بارے میں آجتک کرتے آتے ہیں دین جون کا تون اپنی جگہ پر قائم ہے -
وہ اب بھی پہلے کی طرح سر اوٹھائے ہوئے آسمان سے باتیں کر رہا ہے اور اپنے [illegible]

حقیقی کی جنون کا نعرہ زن ہے - وہ مثل سابق کے اب بھی لذات محسوسات کے
بندے اور چیلے رہے - پاپ کی پوٹ سے لدے ہوئے بے چین اور بے تسکین
لوگون کو آرام اور راحت تسکین اور صلاحیت دینے کے لئے بلا رہا ہے گنہگارون
کے جلتے دلون کو پاکیزگی اور پریم کا امرت دیکر ٹھنڈا کر رہا ہے خوف کھانیوالے
اور نا امید لوگون کو آنند اور شانتی کی برکت دیکر مالا مال کر رہا ہے -
باوجودیکہ اکثر غالی مذہب کی صداقتون پر ہمیشہ لعن طعن کرتے رہے - اور سدا
حقارت اور نفرت کی آنکھون سے دیکھتے رہے - تاہم کوئی ملک ایسا نہ پاؤگے
جہان کے لوگ اس کائنات کے پیدا کنندہ سچے واحد معبود حقیقی کی جانب حمد و ثنا [illegible] بجا لاتے
ہون - اور حلم محبت اور خاکساری کا لباس پہنکر اوسکے اعلی دربار مین عجز و انکسار
کے ساتھ اوسکے قدمون کا بوسہ نہ لیتے ہون - ہان آجتک [illegible] نہ دیکھا ہوگا کہ مذہب
علم کی ترقی کو روک نہین سکتا لا علمی کبھی دین اور اوسکی ترقی کو زوال نہین
پہونچا سکتا تو پھر کیا یہ باور کرنا لازم ہے کہ جیسے دونون الازوال [illegible]
[illegible]
[illegible] اپنی اپنی حد سے باہر [illegible]
[illegible]
کہ ہم [illegible] دونون کی حد سے باہر چلے جاتے ہین اور خواہ مخواہ اپنی بیوقوفی
سے [illegible] بیٹھے ہین کہ علم اور ایمان باہم ایک دوسرے [illegible]
سکتے تھے - لیکن اس مضمون مین ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہین کہ ان دونون کی حدود
کیا ہین جنکے باہر پاؤن نہ دھرنے سے دونون مین سچے اتفاق اور اتحاد کی صورت
موجود رہتی ہے اور ایک کے وجود کو دوسرے سے کامل مدد پہنچتی ہے سمجھنا
چاہئے کہ بطور پر انسان کی روح مین ایک طبعی حس ایسی پیدا کی گئی ہے کہ جو اوسکو ایک

غیر مجسم یعنی نظر آنکا اور اچھوتے انکی اور پہنچ اور پہنچ ... اور تمام ایسی روحانی یا
حقیقی شے کی ہستی کو بالوضع یقین کرنے کی طرف مائل کرتی ہے۔ اوسط درجہ پر اسمیں ایک
دوسری حس بھی ایسی موجود ہے کہ جو اونکو موجودات کے حال پر غور و فکر کرنے
اونکی ماہیت جاننے اور حقیقت حال کے معلوم کرنے کی طرف رجوع رکھتی ہے۔
ان دونوں میں سے اول حس کو حس دینی یا ایمانی کہتے ہیں اور دوسری کو
عقل سے تعبیر کرتے ہیں مگر یہ عقل بھی علمی معلومات خود بخود پیدا نہیں کرتی۔
بلکہ ظاہری حواسوں کے ذریعہ انسان اول ذہن میں [illegible] تجربہ کے ساتھ جو
جو قوت فکریہ [illegible] تسلیم کرتا ہے [illegible] ترتیب دیکر [illegible]
منطقی [illegible] ترتیب دیکے نتیجہ نکالتی ہے۔ اور یہی تمام نتائج [illegible] اور
درست ثابت ہونے کے قابل [illegible]
[illegible]
[illegible] انسان [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
نتیجہ نکالا جاتا ہے [illegible]

چلے جاتے ہیں۔ پس صاف ظاہر ہے کہ جیسے عقل کی رہبری اور مدد حواس ظاہری
کے لئے ضروری ہے ویسی ہی حواس اندرونی کے لئے کہ جیسے تمام علوم سے ایمان
کہتے ہیں اور اسیطور سے عقل کو بھی ظاہری حواسوں اور قوائے روحانیہ کی امداد کی ضرورت
ہے۔ کیونکہ اونکے بغیر اوسے خود کسی چیز کا علم ثابت نہیں ہوسکتا اور نہ اوسنے
بیرونی دنیا اور روح کے متعلق ایسے امور اور واقعات ہی اخذ کرسکتی ہیں جنسے یہ کوئی نتیجہ
نکال سکے۔ مذہب والے ان کی نسبت غلطی یہی کرتے ہیں کہ وہ امور مذہبی میں عقل کو اوس حد تک دخل دینے سے انکار کرتے
ہیں جہاں تک اوسکا دخل خود خدا نے روحانی امور کی جانچ اور پڑتال کرنے اور صحیح امر کو غلط سے تمیز کرنے
اور اوسکی مدد سے توہمات کی تاریکی سے نکلنے اور حق یا صداقت کی روشنی میں پہونچنے کے لئے لازمی
رکھا ہے اور اسیطور پر علم کے پیروون کی نسبت افسوس ہے کہ [illegible] اور اتنا کہ [illegible] وہ روح کے ان اندرونی
حواسوں سے ہی منکر ہونے کی کوشش کرتے ہیں کہ جو روحانی امور اور علم الہیات کی تحقیقات کا
ابتدائی اور اصل ذریعہ ہیں اور جنکے انکار سے آخرکار انسان اپنی زندگی کے لحاظ سے اونکی اصلی وجہ
کا مہذب ہو کر بھی جانوروں سے کچھ فضیلت نہیں پاسکتا [illegible] خلاف [illegible] یا اوس [illegible]
اغراض کہ [illegible] ہمارا کام نہیں بلکہ [illegible] باہمی رشتہ کو پہچان کر ہر ایک کی [illegible] سے [illegible] کے ساتھ فائدہ
اوٹھانا ضروری ہے اسی اعتدال کی بنا پر ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ایمان اور علم میں کسی تنازع کا
موجود نہیں رہتا ہے۔ [illegible] دین اور علم میں بخوبی تمام صلح کا رشتہ قائم ہوجاتا ہے
لیکن اگر کوئی دیدہ نظر استغراق اور ایمان کی آنکھوں سے دنیا کے نادر الظہور حوادث اور
حقیقت کو دیکھنے کا مدعی ہو تو معلوم کرنا چاہیے کہ وہ اوس صورت میں ایسی آنکھوں سے دیکھتا ہے
کہ جو دیکھنے میں گو بڑی بڑی معلوم ہوتی ہیں مگر روشنی کے بغیر مثل اندھی کے کسی چیز کے
دیکھنے کو توانا نہیں ہیں اور اسلیئے اون آنکھوں سے اس دنیا کے متعلق جو کچھ دیکھا جاتا ہے
وہ سب لغویات اور کچھ نہیں ہوتا اسیطور پر اگر ایک عالم شخص بھی مثل
دینداروں کے اپنے تئیں محض عقل اور مشاہدے کی ہی قوتوں میں

محدود رہے اور جن قواعد کے ساتھ وہ بیرونی نیچر کی ماہیت اور قوانین کا علم پیدا
کرتا ہے۔ اونھین قواعد کے ذریعہ سے وہ اندرونی نیچر یعنی روحانی دنیا کی حقیقت
حال جاننے کا قصد کرے اور محض اپنی عقل اور فلسفہ کی روشنی سے بلا امداد ایمان اور
استغراق کی آنکھون کے اوس سبب الاسباب اور مسبب حقیقی کی ہستی کے دیکھنے اور
سمجھنے کا دعوی کرے تو اوسکی مثال ٹھیک مانند اوس شخص کے ہوگی کہ جو باوجودیکہ ٹھیک
مین دوپہر کیوقت آفتاب کی عمدہ سے عمدہ روشنی مین تو کھڑا ہے۔ مگر آنکھون مین
پٹی باندھے ہوئی ہے اور چاہتا ہے کہ سامنے کی اشیا کا اچھی طرح سے رنگ و
روپ مشاہدہ کرے جسطور پر وہ اندھا باوجود روشنی کے پھر کچھ دیکھ نہین سکتا
اوسیطور پر وہ شخص جو اپنے علم اور فلسفہ کے نشہ مین مادی اشیا کے مشاہدہ کے
قوانین کو غیر مادی شئے کے مشاہدہ سے وابستہ کرتا ہے بجز تاریکی کے کچھ نہین دیکھتا
اور اسلئے اس بارے مین اوسکی کل تحقیقات لڑکون کا کھیل ہوجاتی ہے اور حقیقت
حال کے لحاظ سے قطعی لغو اور بیہودہ ہوتی ہے۔ اوسکو چاہئے کہ کسی ایسی تحقیقات
مین جو دین سے متعلق ہو محض اپنی عقل اور مشاہدہ کی قوت پر نازان نہو بلکہ
اوسوقت وہ اوس دینی حس یا قوائے ایمانیہ کی امداد سے فائدہ اوٹھاوے
کہ جسکو قادر مطلق نے محض اسی غرض سے روح کی فطرت مین شامل کردیا ہے
اور نیز اون تمام کتب کو پڑھے کہ جنکو دیندار لوگ روحانی معاملات کی حقیقت
حال کے بیان مین ہزارون برسون سے لکھتے آئے ہین اور اون اصولون کو جنکی
جنکے ساتھ تحقیقات کرنے سے دینی صداقتون کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اور اگر وہ یہ
سب کچھ کرنے کو مستعد نہین ہے تو اوسکے لئے کسی ایسی تحقیقات مین دخل دینا
بے فائدہ ہے کیونکہ جب تک وہ دینی صداقتون کو صرف دنیوی علم یا فلسفہ
کی آنکھون سے دیکھنے کا مدعی رہیگا تب تک وہ ہرگز ہرگز کسی صحیح نتیجہ پر نہین

پہونچ سکتا اور اسلیئے اوسکی کل تحقیقات لغو اور بے اصل ہوگی۔ اور دنیادارون کی
نظرون مین بجز مضحکہ پیدا کرنے کے اور کسی مصرف کی نہوگی ۔ +

مبارک ہے براھمہ دہرم جسنے علم اور ایمان کے ہزارون برس کے جھگڑون کو
آکر رفع کیا۔ اور مدت دراز کے بچھڑون کو گمراہی سے نکال راہ حق مین لاکر ملا دیا۔
مبارک ہین وہ لوگ جنہون نے براھمہ دہرم کی روشنی پاکر علم اور ایمان کو ایک
کیا ہے اور اونمیں جو سچا رشتہ خالق نے قایم کر دیا ہے اوسے پہچان کر انکے باہمی
نفاق سے رہائی اور تشفی پائی ہے۔ اور دونون کی ترقی مین نوع انسان کی بہلائی
اور اونکے اتحاد مین حکیم کل کی بزرگی دیتے ہین۔ سچ ہے براھمہ دہرم یعنی خدا کا
دین اگر مصلح کل نہو تو پہر وہ خدا کا دین خالص نہین ہوسکتا تہا جیسے ہونے کا اسکو
دعوے ہے اور جسکے لئے اس زمانہ مین اوسکا ظہور ہوا ہے۔

دین حقیقی کی پوری تصویر

انسان کی تین حالتیں ہیں - بچپن - جوانی - بڑھاپا - تینوں کا رنگ روپ جدا جدا اور ہر ایک کی خاصیت بھی علیحدہ ہے - بچہ کی جو عادت ہے وہ جوان میں نہیں اور جو ان کی خاصیت بچے اور بڈھے میں پائی نہیں جاتی ہمارے سامنے بچہ ہے - اس میں ہم کیا دیکھتے ہیں - جسم کا خیال چھوڑ کر نظر ... اسکی خصلت کا ملاحظہ کریں تو معلوم ہوگا کہ بچہ میں بھروسہ ... زیادہ ہے - دوسری طرف صدق دلی بھی پوری پوری ہے ... کا گویا اس میں بالکل دخل نہیں ہے - قوت بشواس یا اعتقاد ... ہوتی ہے کہ اوسکے ماں باپ یا محافظ ایک دفعہ صحیح یا غلط ... سکھلا دیتے ہیں وہ اوسے پورا پورا یقین کرتا ہے اور ... اس میں شک نا تا کسکو کہتے ہیں - اوسکے یقین میں شک کی ... - بچہ اسکی فطرت سے ہی بعید ہے کہ وہ کسی عقیدہ ... کرے - ویسا ہی اس معصوم کا ایسا ہی صاف ہوتا ہے ... - سچ سوچنا اور صدق دلی کا گویا پتلا ہوتا ہے - جو ... یقین کرتا ہے دوسروں کے سامنے بے دریغ ظاہر کر دیتا ہے ... اظہار میں نہ اسے شرم ہوتی ہے اور نہ لاج آتی ہے -

یہ ہم جب جوانی کے عالم مین پہونچتا ہے۔ تب اوسکی خصلت کچھہ بدلی ہوئی ہوجاتی ہے - اب مشکل سمجھتا ہے وہ اپنے ماں باپ وغیرہ کی ہر ایک بات بے دلیل ہون سمجھہ کر ہو... پر ... انہین لاتا ہے جو بات سکھلائی یا بتلائی گئی ہو اسکو مثل بچپنے کے بلا تامل وشبہہ یقین نہین کرتا ہے جیسے بچپن کی حالت مین کرتا تھا - اب اگر وہ بعض باتین اپنے ذہن کے ساتھہ مطابق پاکر یقین کرتا ہے تو ساتھہ ہی اسکے کبھی باتون مین مطابقت نہ پاکر شک کرتا ہے اور بسا اوقات یقین بھی نہین کرتا ہے - علاوہ اسکے شجر جوانی ایک اور پھل بھی لاتا ہے - اور اوسکا نام سرگرمی یا جوش ہے - شباب کی حالت مین ساری قوتین زور پر ہوتی ہین - اور انسان بالطبع اس عمر مین زیادہ مستعد اور سرگرم پایا جاتا ہے -

اب بڑہاپے کی صورت پر نگاہ ڈالو - اسمین نہ وہ سرگرمی ہے اور نہ وہ جوش - بلکہ سستی اور اسکے ڈھیلا پن اور ضعف طاری ہوتا ہے - دل ٹوٹ جاتا ہے دنیا کے سارے مزے پھیکے ہوجاتے ہین - خواہشات حیوانی سب پست ہوجاتی ہین جبتک جیتا ہے - جسم کے قیام کے لئے کہاتا بھی ہے پیتا بھی ہے سوتا بھی جاگتا بھی ہے - مگر یہہ کہانا اور پینا اور عمدہ اسون کا سکھہ بہوگنا اس حالت سے بالکل مختلف ہوتا ہے جسکو جوانی کہتے ہین - یہان کی امیدین رفتہ رفتہ کنارہ کرتی جاتی ہین - قوائے جسمانی ایک دوسرے کے بعد جواب دیتے جاتے ہین - پہر نوبت یہ کہ سانس چلتے ہین اور جسم سے روح کا تعلق رہتا ہے تبتک جسطرح ہوتا ہے حاجات جسمانی پورا کرتا ہے - اور تکلیف اور آرام اور آسایش کے جھگڑون سے کنارہ کش ہوجاتا ہے -

اے ناظرین ان تینون تصورات کو اچھی طرح اپنے سامنے رکھو اور عمدہ طرح سے

اونکے رنگ روپ کا اپنے دل مین نقشہ قایم کرو اور پھر دیکھو کہ حقیقی دین الٰہی تینون نکے اندر چھپا ہوا ہے - پورے دین کو پوری شکل مین دیکھو - اگر کسی ایک حالت مین ہی ڈھونڈوگے تو وہ جزوی ہوگا - اگر کُل انسان کی مکمل صورت مین اُسے تلاش کروگے تو وہ مکمل صورت مین ملیگا -

پس اگر نیچرل ریلیجن (دین حقیقی) کے مکمل صورت مین دیکھنے کے خواستگار ہو تو مذکورہ بالا تینون حالتین اپنی روح مین پیدا کرو - ایک ہی وقت مین بچے - جوان اور بڈھے بنجاؤ - اور بنتے ہی دین حقیقی کی کنجی اپنے ہاتھ مین لیلو - تم کہوگے یہہ عجیب ہدایت ہے ایک ہی وقت مین انسان کیونکر سب کچھ بن سکتا ہے - ہم اب جوان ہین بھلا اسوقت بچّے اور بڈھے کیونکر بن سکتے ہین ؟ مگر نہین - یہہ امر قانون قدرت کے خلاف نہین جسمی لحاظ سے بیشک کا یا پلٹنا ناممکن ہے - مگر روحانی خصایل کے لحاظ سے نہ صرف ممکن ہے بلکہ واجب ہے - کیونکہ بغیر اسکے کوئی سچا دیندار نہین ہوسکتا اور حقیقی دین کی اصلیت کو سمجھ نہین سکتا - دنیا مین اُور جسقدر مشہور مذہب مروج ہین اُنمین اگر کوئی بڑا نقص ہے تو یہی ہے کہ وہ جزوی ہین - اور اسلیئے انسان کی فطرت پر پورے پورے محیط اور موثر نہین پائے جاتے - پورا مذہب پوری فطرت پر مبنی ہے اسلیئے اسکے پوری فطرت کے اصولون کا سمجھنا ہم پر فرض ہے *

جو لوگ کسی مخصوص انسان یا الہامی کتاب کے پیرو ہین اور محض اُسکو اپنی ہدایت کا ذریعہ سمجھتے ہین وہ ظاہر ہے کہ صرف بچگی کے زمانہ کی تائید کرتے ہین - جوانی کی عمر کو اسمین دخل نہین دیتے - بلا کم وکاست اور بلا شک وشبہ جسطرح بچہ والدین کے کلام پر ایمان لاتا ہے اُنکی ہدایت کا لب لباب بھی وہی ہے - جوانی کے انڈی پنڈنس (آزادی) کو اسمین بالکل دخل نہین - کیونکہ اس پر یہہ فتوی

دیا جاتا ہے "ہر کہ شک وارد کافر گردد" پیغمبری پاک کتب مقدسہ کے ایمان کے
زیر سایہ انڈی پنڈلنس کا پودا اُگ نہین سکتا اور نہ کبھی بار ور ہو کر پھول پھل
لاتا ہے ۔

اسیطرح جو لوگ صرف جوان بنکر ہی دھرم کی صداقتون کو ڈھونڈنا چاہتے ہین
وہ بھی مثل بچون کے صرف جزوی فطرت مین کُل اصول کو حاصل کرنا چاہتے
ہین کہ جو ہرگز ممکن نہین ۔ آجکل کے بہت سے پڑھے لکھے جنکو تعلیم یافتہ کہا
جاتا ہے وہ بباعث باقاعدہ اور معتدل تربیت نہ پانے کے اور قوت ایمان
کی برکت یا اور ہدایت سے باغی ہو جانیکے ابتدائی خودنمایان صداقتون کے یقین کے وقت
بھی معذور دیکھے جاتے ہین کسی روحانی یا اخلاقی صداقت مین اُنکا
یقین صاف ٹھہرا مضبوط اور کامل نہین ہوتا ۔ زندگی مین اُنکے بچپن کے
حسب حال وہ دوسرا جوہر بھی نظر نہین آتا کہ جسے ہم نے ترتیا پن اور سمجھ بوجھ
موسوم کیا ہے ۔ سر سے پیر تک بناوٹ کے پُتلے دکھائی دیتے ہین ۔ فطرت
انسانی اُنمین ایسی بدنما معلوم ہوتی ہے کہ اوسکا اصل رنگ روپ بھی
سمجھنا انسان کے لئے مشکل ہو جاتا ہے ؂

غرضکہ حقیقی دین کی ہدایت یہ ہے کہ خدا پر جو ایمان قایم کرو اور روحانی
صداقتون پر جو یقین لاؤ وہ ایسا ایمان ہو جسکو جیتا اور جاگتا ایمان کہتے ہین
جسکا نقش تمہارے دل پر مثل نقش بر آب نہ ہو بلکہ مثل اُس چھوٹے بچے کے جسکے
ایمان مین شک کو خواب مین بھی جگہہ نہین ملتی ۔ جو عقاید کہ دین کی بنیاد ہین اور
اور جنپر ہماری کل دینداری مبنی ہے اگر وہی ہمارے دل مین کما حقہٗ داخل نہوئے
مین سے تو پھر کب ممکن ہے کہ وہ ہماری زندگی کے ڈھانچے مین اپنی پوری
پوری تاثیر پیدا کر سکین ۔ اگر ہم بظاہر مانتے ہون کہ خدا نیک کل ہے اور نیکیان و

کا ہمیشہ رفیق اور مددگار ہے اور ساتھہ ہی اُسکے کسی صداقت یا نیک امر کے عمل مین لاتے وقت ہم بھائی بندون اور شہر والون کے مُنہہ کیطرف دیکھتے ہون کہ آیا وہ ہمین بدنام تو نہ کرینگے - آیا ہمین سوسائٹی سے خارج تو نہ کردینگے اور پہر بھی ہچکچا کر آخرکار لوگون کی ہی رضاجوئی ڈہونڈتے رہین تو اِس سے صاف پایا جائیگا کہ ہمارا ایمان کچا اور کمزور ہے اور اسیلئے وہ ہماری زندگی پر متاثر ہی نہین ہوتا ہے - اگر غور کیا جاوے تو ہم لوگون کی زندگی عموماً ایسی ہی ایمان سے پرے ہے - ورنہ سچا اور پکا ایمان وہ چیز ہے کہ اوسکی تاثیر سے محروم رہنا محال ہے - خداوند کریم نے بچہ کی نیچر مین اُس ایمان کا نقشہ ہمارے سامنے پیش کردیا ہے جو ہمارے لئے مکمل نمونے کے ہے اور جسکو حاصل کرنے بغیر ہم خدا کی بادشاہت مین داخل ہی نہین ہوسکتے اور نہ جسکی بے ریا عادت کے حاصل کرنے بغیر ہماری نجات ہی ممکن ہے - دین حقانی مین عبادت الہی غیر ممکن ہے جبتک کہ ہم بچہ نہ بنین - بچہ بنکر ہی ہم اُسکی درگاہ مین جاسکتے ہین جیسے بچے بے روک ٹوک اور بلا لاگ لپٹ اپنی مان کے پاس جاتا ہے اُسیطرح خالص اور سچے ایمان کے ساتھہ ہم خدا کی قربت حاصل کرتے ہین اور بے ریاپن کے ساتھہ جب اُسکے روبرو اپنا دل کہولتے ہین تو اُسکی محبت اور پاکیزگی کے شیرین آبحیات سے مالامال ہوتے ہین - بناوٹ سے خالی ہوکر اور صداقت کے ساتھہ جب اُس سے مدد کے خواستگار ہوتے ہین تو وہ ہماری سچی دعا ہوتی ہے اور اسیلئے قبول ہوتی ہے - اگر ہم اپنی زندگی کو غور کی نظر سے دیکہین تو معلوم ہوسکتا ہے کہ ایسا وقت ہماری زندگی مین کم ہی آتا ہے جسمین ہم نے ٹھیک ٹھیک بچہ کی نیچر سے ملبوس ہوکر عبادت الہی کی ہو اور اسیلئے سچی عبادت کا نتیجہ ہم مین بہت تہوڑا پایا جاتا ہے اور اوسکی تاثیر

بھی اُسطرح نہایت کم ہے ❖
جوانی کی فطرت جسکا اصول خود مختاری اور سرگرمی ہے وہ بھی جبتک حاصل نہو تبتک کوئی حقیقی پراہمو نہین بن سکتا ہے۔ اگر تم ہر ایک بات کو اپنے ہادیان سے تنکرمثل چھوٹے بچہ کے بلا شک اور حجت قبول کرلتے رہو تو تمسے گویا تم اُس نیچر سے ہی جان بوجھکر یا نیچری سے انحراف کرتے ہو جو خدا نے جوانی کی صورت مین عقل اور فہم کی ترقی کے ساتھ تمہارے لئے بطور نمونہ اور ہدایت کے دی ہے۔ دنیوی علوم کی دنیا مین آج اتنا اختلاف نہین جتنا کہ مذہبی دنیا مین پایا جاتا ہے اور اُسکی وجہ صاف ہے کہ کہ اول مین عقل کو دخل دیا جاتا ہے اور مذہب مین ابتک عموماً لوگونکی رائے یہی ہے کہ اسمین عقل کو دخل نہ دیا جاوے۔ حالانکہ پیغمبر یا گرو بھی اپنے لئے اس قاعدہ کو درست نہین رکھتا ہے وہ خود چاہتا ہے کہ اور لوگ اسکی بلاحجت پیروی کرین۔ مگر خود کو اَوروں کی پیروی سے بری رکھتا ہے۔ حالانکہ خدا کی مخلوق مین انسان تو بھلا اشرف المخلوقات ہے۔ نباتات کے ایک ایک پتے سے بھی ہم حکمت کے بڑے بڑے نادر سبق سیکھ سکتے ہین۔ پس اگرچہ عموماً انسان ہادی اور گرو کی تعلیم کا محتاج پیدا کیا گیا ہے۔ اور سچے گرو اور ہادی کی برکت سے باپ کے راستہ سے بچکر پاکیزگی اور اور خدا کے راستہ کا مسافر بنتا ہے تاہم کسی ایک انسان یا کسی گذرے ہادی یا ہادیان کے کلام اور ہدایتون کو بغیر اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھنے اندھا دھند ایمان لانا اور انکو بیز ان فالی بل سمجھنا ہرگز درست نہین ہے عقل اور کانشنس روح کی آنکھین ہین۔
ہم جسمانی آنکھون کے لحاظ سے اپنی انکھین ہوتے ہوئے ہمیشہ اُنہین سے دیکھتے ہین۔ حیف ہے کہ روحانی یا اخلاقی صداقتون کے دیکھتے وقت مثل اندھے کے دوسرے کے سہارے چلین اور اپنی آنکھون سے دیکھنا معیوب سمجھین!!
دوسری خصلت جوانی کی سرگرمی اور ہمت اور حوصلہ ہے۔ جبتک یہ صفت ہم

ہین نہین ہم حقیقی دین کے لایق نہین ہو سکتے۔ بغیر اس خصلت کے اختیار کرنیکے ہم دھرم کے راستہ مین قدم رنجہ ہو بھی نہین سکتے۔ اس راستہ کو ہمارے رشیون اور منیون نے چھرے کی دھار سے زیادہ تر تیز قرار دیا ہے۔ پس اسپر چلنا کیا کوئی آسان بات ہے؟ اس راستہ مین ہزارون خوفناک جن رہتے ہین اور ہمیشہ ہمکو گناہ کے مصیبت ناک گڑھون مین سر کے بل پٹک دینے کی گھات مین رہتے ہین ہزارون ترغیبات کی پریان حسن و جمال دکھلا کر ہمین فریفتہ کرنا چاہتی ہین اور اپنی جادو کی نگاہون سے ہمارے روحانی پرند کو اسی دنیا کے پنجرے مین بند رکھنا چاہتی ہین۔ انکے خوف اور دالو گھات سے بچنا کیا کسی ڈرپوک بچے کا کام ہے؟ بجز اسکے کہ ہم ان پر فتح یابی حاصل نہین کر سکتے ہین انسے جنگ کرنے کے لئے جوانی کا زور اور حوصلہ اور عالم شباب کا جوش اور ولولہ درکار ہے۔ علاوہ اسکے وہ مرد مرد نہین جو اپنا پیچھا چھڑا چلتا بنے بلکہ بہادر وہ ہے جو اورون کے بچانے مین ہمت کو کام مین لاوے۔ ہمارا ملک جو آج دھرم سے خالی ہوکر صرف چند رسومات اور باہر کے اڈمبرون کا غلام ہو رہا ہے۔ ہمارے ہموطن جو اخلاق اور نیکی سے گرکر برائیون کے لحاظ سے حیوانون سے بھی بدتر ہو گئے ہین۔ ان ڈوبے ہوؤن کو ابھارنا اور کنارہ پر لانا کیا فقط خیالی باتون اور معمولی تدبیر سے ممکن ہے؟ ہرگز نہین۔ اسکے لئے نہایت سرگرم رہنے کی ضرورت ہے۔ جبتک ہم آتش کے پرکالے بنکر جوانی کی سرگرمی اور حوصلہ کے ساتھ دھرم کے جنگ مین جد و جہد نہ کرینگے تبتک نہ ہم خود بچ سکتے ہین اور نہ اورون کو بچا سکتے ہین ۞

باقی رہی تیسری حالت وہ بھی اسی کل کا جزو ہے اور جسکے بغیر حقیقی دین مکمل نہین ہوتا ہے۔ ایکطرف جہان ہم جوانی کی سرگرمی مین مثل آگ کے ملتہب اظہ

آوینگے دوسری طرف حوائج جسمانی کے لحاظ سے مثل بڈھے کے زندگی بسر
کرینگے۔ جیسے اُسکی نگاہ مین لذات محسوسات سے پھیکی ہو جاتے ہین۔ اُسی طرح ہماری
ہماری نظرون مین بھی وہ ویسی ہی پھیکی رہینگی۔ جبتک ہمارا جسم ہے اُسکی پرداخت ہمپر
واجب ہے اور اسلیے ہم کھانا بھی کھائینگے پانی بھی پینگے۔ اور اور بھی ضروری جسمانی ضرورتین پوری
کرینگے۔ مگر مثل جوان کے نفس کے غلام نہین بن جائینگے بلکہ مثل ضعیف آدمی کے سیدھی سادی گذران مین ہی
قناعت کرینگے۔ جو وقت پر ملگیا اُسپر اکتفا کرینگے۔ جس سے صحت بدنی باقی ہے
اور قواے جسمانی مین خواہ مخواہ فتور نہ آوے اُسیقدر اُسکی نگہداشت لازم
سمجھینگے۔ یہی نفس کُشی کا اصول بھی ہے اور حقیقی بیراگ کا عمل بھی اسیکا نام ہے ٭
پس اگر اس تثلیث مین ہم وحدانیت قایم کرین کیونکہ انسان کی زندگی واحد
اور تینون صورتون کے ساتھ کامل ہے تو بچپن سے جہان البشر بشواس اور
پریم اور معصومیت کی ہدایت پاتے ہین۔ جوانی سے خودمختاری یعنی کانشنس
کی آزادی اور عقل کی مطابعت اور گناہون پر فتحیابی کی غرض سے سرگرمی
کا سبق حاصل کرلیتے ہین۔ بڈھاپے سے اُسیطرح بیراگ اور دنیوی لذات کے
ناچیز ہونے کی نصیحت پاکر حقیقی دین کی اعلی تصویر کا مشاہدہ کرتے ہین اور
پھر ہر صورت کو اعتدال کے ساتھ عمل مین لانے سے کُلی روحانی ترقی کے
راستہ مین قدم بڑہا سکتے ہین۔

اے دہرم کے متلاشیو۔ تم اس حقیقی تثلیث کو ڈہونڈو اور اُسکی وحدانیت مین
ایک عالمگیر سچے دین کی حقیقت کو سمجھکر مطمئن ہو یہی ہماری آرزو ہے۔ خداوند کریم
پوری کرے۔ آمین

سیکٹرین فرقے اور عالمگیر دہرم

واضح ہو کہ براہمہ سماج کا مشن دنیا کے کل مروجہ مذاہب کے مشن سے نرالا ہے۔ کیا مذہب یہود کیا مذہب کنفیوشس کیا پارسی کیا بودہ۔ کیا عیسائی کیا اسلام اور کیا ہندوؤن کے بشنو شاکت۔ سکھہ اور جین وغیرہ سینکڑون پرانے فرقے اور کیا آریہ سماجی اور رفو بدہائی وغیرہ نئے کوئی بھی اون مین سے ایسا نہین جو براہمہ سماج کا کلی مشن رکھتا ہو۔ اور کیونکر رکھتا وہ تو کل سکٹیرین اصولون پر مبنی ہین۔ پس کیونکر ممکن تہا کہ سکٹرین فرقے عالمگیر دہرم کے مشن کو اختیار کر لیتے وہ سکٹرین نہین رہ سکتے تھے۔ اور اگر وہ سکٹرین نہ رہتے اور عالمگیر اصولون پر قایم ہوسکتے تو پھر براہمہ سماج کے جنم لینے کی کیا ضرورت ہوتی اور نیز اوسکے مشن سے ہی فایدہ کون اوٹھاتا؟

اس بیان کی کسیقدر ہم اور بھی تشریح کر لیتے ہین :- مذکورہ بالا کل مذاہب کا عقیدہ (وہ اصول کہ جنکے ماننے سے کوئی اوس مذہب کا پیرو سمجھا جاتا ہے) عالمگیر دھرم کے عالمگیر اصولون سے (جنکے قبول کرنے سے کل روحانی زندگی آجاتی ہے) مختلف ہے علاوہ اسکے کہ اکثرون مین ہمارے اصولی موجودہ رنگ و روپ مین کل کے کل موجود نہین جس کسی مین وہ کلی پاے بھی جاتے ہین تو اوس مین بھی متل فی اور مذاہب کے بہت سے فضول مسایل کے ماننے کی قیدین ایسی لگی ہوئی ہین کہ جس سے شل اور دن کے اوسکا بھی عالمگیرپن جاتا رہا ہے۔ اور وہ بھی مثل اونہین کے سکٹیرین بن گیا ہے یہہ فضول مسایل (قطع لحاظ اسکے کہ اون مین سے کسقدر اور کہان تک صحیح یا غلط ہین) بہت سے ہین۔ مثلاً بہتون مین کسی ایک یا ایک سے زیادہ الہامی کتاب کے ماننے کی قید

بعضون مین کسی ایک یا ایک سے زیادہ پیغمبر ماننے کی قید۔ بعضون مین اوتار کی قید بعض مین دنیا کے تمام پیغمبرون اور سادہوؤن مین اتحاد (ہارمنی) اور ساری کتب مقدسہ مین اتفاق اور نیز بادشاہ وقت کی اطاعت کرنے کی قیود[1] لگی ہوئی ہین۔ بعض مین مخصوص جسمانی وضع و قطع اور لباس رکھنے کی قیود۔ کسی مین بعض مخصوص رسوم کی قید (بلا لحاظ اسکے کہ وہ رسوم انصاف پر مبنی ہین یا نہین) اور علی ہذا القیاس یہہ کل باتین عالمگیر دہرم کے عالمگیر اصولون کے خلاف ہین اوپر برہمہ سماج کا جو مشن بیان کیا گیا ہے۔ وہ صاف طور سے اونکے مخالف ہے۔ کیونکہ اوسمین ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ ہر ایک شخص جو پرماتما کے اس چرچ مین داخل ہوا اوسکا اصل مقصود یہی ہے کہ وہ پرماتما اور آتما کے جوگ کے ساتھ روحانی زندگی یعنی موہ اور گناہون سے مکتی اور دہرم جیون پاکر پرمانند حاصل کرے۔ اب صاف ظاہر ہے کہ یہہ مشن بھی عموماً سکٹیرین مذاہب کا مشن نہین اور نہ ہو سکتا ہے۔ اگر اونکے پیرؤون سے پوچھو گے کہ بہائی تمہارے عقیدہ کے قبول کرلنے سے حاصل کیا؟ تو وہ جواب دینگے کہ بہشت کا ملنا۔ اور دوزخ سے بچنا یا اچھے گہر مین دوبارہ جنم پانا۔ وہ یہہ نہین کہینگے کہ پرماتما کا ملنا۔ کہ جسکے ملنے سے موہ اور گناہون سے نجات اور دہرم جیون اور پرمانند حاصل ہوتا ہے۔ برہمہ سماج کے عقیدہ کے موافق پرماتما (خدا) ہی تمام خوبیون کا کامل منبع ہے۔ اسی کے ملنے سے کل روحانی خواہشین کل روحانی ضرورتین پوری ہو سکتی ہین۔ روح کا حقیقی بہشت بھی وہی ہے۔ اوسکو چہوڑکر کوئی اور خارجی بہشت نہین ہے۔ پس غور کرو ان دونون جوابون مین۔ ان دونون مقاصد مین کسقدر زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ کسقدر رات اور دن کا فرق ہے۔ کسقدر رات

[1] یہہ قیود نو بہ نانی مذہب کیطرف سے لگائی گئی ہین جسکو بانی اور بزرگ مہاتما کیشب چندر سین صاحب ہین کہ جنہون نے اوّلا اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ برامہو سماج کی ترقی مین صرف کیا تہا اور آخری دنون مین چند ایسے اصولون کے ... دینے سے اسکے عقاید تو عالمگیریت کی خوبی سے گرا دئیے کہ باعث ایک نئے فرقہ کے بانی کہلائے کہ جسکو نو بدہان کہتے ہین۔

اونکا جواب ٹہیک اوس طالب علم کے جواب سے موافق ہے
کہ جو کالج مین بی اے کی ڈگری کے لئے پڑہتا ہے۔ اور پوچہنے پر صاف کہدیتا ہے کہ کالج
مین میرے پڑہنے کا مقصد بی اے کی ڈگری حاصل کرنا ہے۔ اگر پہر سوال کرو کہ رجسٹرار سے
ملنا تو تمہاری تعلیم کی غرض نہین وہ کہیگا ہرگز نہین مجہے رجسٹرار سے کچہہ مطلب نہین
مجہے اوسکی صورت دیکہنے کی بہی ضرورت نہین۔ مجہکو تو یونیورسٹی کی مقررہ کتب کے
پڑہنے اور بعد امتحان اوسکے دستخطی سرٹیفکیٹ سے کام ہے۔ ان مذہب کے پیرو ان کا
جواب بہی اسی قسم کا ہے۔ اون سے پوچہو۔ یہہ تمہاری عبادت کس لئے اور وید اور توریت
اور انجیل اور زنداوستہا اور نیز پیغمبرون اور دیگر [illegible] پر ایمان کس لئے؟
وہ کہینگے نجات اور بہشت ملنے کے لئے۔ پہر سوال کرو کہ کیا تمہاری نجات اور بہشت
خدا مین ہے اور اوسکے ملنے پر موقوف ہے؟ کہینگے ہرگز نہین۔ خدا سے بہی بہلا کوئی
مل سکتا ہے بہلا اوسکا بہی کوئی درشن پا سکتا ہے۔ اوس سے کبہی کوئی اس زمانہ مین
ہمکلام ہو سکتا ہے یا اوسکی بہی صحبت مین کوئی رہ سکتا ہے۔ ہمکو تو اوسکے احکام سے کام
ہے۔ کہ جو ہماری پیغمبر یا رشی کے ذریعہ ظاہر ہوئے ہین جنکے ساتہہ اوسکی اتفاقیہ ملاقات
ہوگئی تہی۔ اونکو پڑہ لینا اور جان لینا اور جہانتک ہو سکے عمل کر لینے سے مطلب ہے۔ بعد
مرنیکے طالب علم کی ڈگری کی طرح (انصاف کے دن ہمکو بہشت مین جانے کا حکم (سرٹیفکیٹ)
مل جائیگا۔ بہشت والے ہمکو خدا کا دستخطی سرٹیفکیٹ دیکہکر داخل کر لینگے اور وہان ہم خوب
آرام سے ہمیشہ کے لئے زندگی بسر کرینگے۔ ہمکو بہشت مین پہونچنے سے کام ہے اور خدا کے
سرٹیفکیٹ کی ضرورت ہے۔ خود خدا سے نہ ہم مل ہی سکتے ہین اور نہ ہمکو اوسکی ضرورت ہے۔
پس صاف ظاہر ہے۔ کہ ان لوگون کے نزدیک خدا سے انسان کا براہ راست کوئی واسطہ
نہین۔ انکے نزدیک خدا اونکا صرف حاکم ہے کہ جسکے ساتہہ ذاتی اور براہ راست کوئی تعلق
نہین۔ صرف اوسکے کچہہ احکام (وہ بہی سبکے نزدیک ایک نہین) جو کسی زمانہ مین نازل

زندگی مین دنیا مین سے واسطہ ہے اور مرنے کے بعد خدا نے جو بہشت بنا رکھا ہے اوسمین
ان کے اقرار اور مخصوص سفارش وغیرہ کی بنا پر سرٹیفکیٹ حاصل کرکے داخل
کیا جاتا ہے یہہ کیا جانتے ہین کہ جوگ کسکا نام ہے اور یہ ماننا کہ دھیان پانے ہمکلام
ہونے اور محبت اونہانے سے کیا مراد ہے اور روح اور اوسکے قواے وغیرہ
کی ترقی سے کیا غرض ہے -!!

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ براہمہ سماج کا مشن روحانی زندگی کے بارے
مین بھی بالکل نرالا ہے - براہمہ سماج کے مشن کے موافق خدا کا ملنا ہی روحانی
زندگی کا اصل مقصود ہے - وہی کل خوبیون کا کامل منبع ہے - وہی روح کے
نہایت نزدیک ہے - یعنی اوس سے نزدیکتر خوشتر سوئیا - اور حقیقی رشتہ اور
سیتا نہین وہی روحانی زندگی کی جان ہے - پس بغیر اوس کے ملنے کے روحانی
ترقی ہی ممکن نہین - اوسکے احکام کے ماننے اور عمل مین لانے کیلیے بھی اس لئے
ضرورت ہے - کہ بغیر اوسکے اوس سے میل ناممکن ہے - جسطرح رحم راستی
انصاف - رحم اور محبت وغیرہ صفات کی پیروی کرتے ہین - جسطرح خودی
کو فنا کرتے ہین - اوسی درجہ اوسکے ساتھہ زیادہ سے زیادہ میل حاصل کرنیکے
قابل ہوتے ہین - اوسکا میل ہی روح کو موہ اور پاپ سے نجات دیتا ہے اور
اوسمین دھرم بھاؤ پیدا کرتا ہے اور قواے روحانی کو ترقی دیتا ہے - یہہ ترقی
ہمین اوسکی طرف زیادہ سے زیادہ مانوس کرتی ہے اور اوس الفت اور پریم سے
اوسکی نزدیکی نصیب ہوتی ہے - پس یہہ میل ہی آتما کے لئے آرام گاہ اور بہشت
ہے - براہمو کا بہشت کوئی خارجی نہین اوسکا بہشت خود خدا ہے - پس خدا سے ترقی
اور پیار اوسکے لئے اور کوئی نہین ہوسکتا - اور اس لئے خدا کو جاننا اور اوس سے حاصل
کرنا ہے اوسکا دھرم اور یہی اوسکا سب سے اعلی مقصود ہے - یہہ خدا کا میل خیالی نہین

بلکہ حقیقی ہے جسمین سبیل کی کل شرائط موجود ہوتی ہین یعنی روحانی آنکھ سے اوسکے
درشن - روحانی کان سے اوسکے کلام کا سنا جانا - روحانی ناک سے اوسکی پاکیزگی کی
خوشبو حاصل کرنا اور روحانی نور سے اوسکی صحبت کا لطف یعنی پرماتمہ یوگ کرنا - اور
اسطور پر اوسکے ان حقیقی رشتون کی معرفت سے ہمیشہ کے لئے ہر خوف اور ہر قسم کی فکر
اور اندیشہ اور شکوک سے آزاد ہو جانا جیسا ہم اوپر کہین ذکر کر چکے ہین یعنی جب
وہی اوسکا حقیقی ماں باپ - وہی دوست - وہی ہادی وہی نجات دہندہ ہو - وہ اوس
آتمہ کا ظاہر ہو جاتا ہے - چنانچہ یہ کوئی نئی ایجاد نہین - دنیا مین سینکڑون سادھو
(ہر ملک اور ہر قوم مین) ایسے گذر چکے ہین کہ جنہون نے خدا کو ہی اپنا سب کچھ سمجھ
زندگی کا صرف ایک منبع سمجھہ اوسی کی تلاش کی تھی اور اوسکو پاکر دھرم جیون اختیار
کیا تھا - مہاتما گورانگ - نارد - بدھ - جنک - نانک - چیتن - کبیر - تکا رام - محمد -
عیسے - پال - تھیوڈور پارکر رام موہن رائے وغیرہ وغیرہ سینکڑون مہاتما اس راہ
منزل کے مسافر تھے کہ جو اپنے زمانہ مین روحانی زندگی کے حصول کے
ساتھ دہرم کی بادشاہت کو ایک ایک قدم آگے بڑھاتے رہے ہین -
پس یہہ بزرگ جسکو پاکر بزرگ ہوئے - برہمو سماج کے بانی بھی اوسی شے
سب سے اس حقیقی شے کے حصول کو اوسی روحانی نعمت کو عام کرنا چاہتی ہے تاکہ
جو لوگ صرف ان بزرگون کے زبانی مقلد بن رہے ہین اور عملی زندگی مین انکی
پیروی کا بالکل انکار کرتے ہین اور خدا کو (جو روح کی زندگی اور جان ہے)
ترک کر کے آلودہ زندگی کے ذریعہ اپنی پیاری روحون کا خون کرتے ہین وہ اصل
زندگی کے مقصد اور حصول کی طرف رجوع ہون کہ جسکی وجہ سے وہ بزرگ اپنی زندگی
مین مثال بن گئے ہین - اور نیز جو لوگ صرف دہرم کے ایک ایک جزو (انگ) کو بجا
بھگت یا جوگی یا بیراگی یا گیانی وغیرہ کے نام سے علیحدہ علیحدہ فرقون مین تقسیم

ہو کر ایک دوسرے کو برا سمجھتے ہیں اور اسمیں لڑتے اور جھگڑتے اور نفرت رکھتے
ہیں وہ برا چاہ دھرم ہیں دھرم کی پوری صورت دیکھکر اور اپنے اپنے جزوی دھرم
پہاؤ کو کل کے اندر موجود پاکر اور کل کے حصول کے لئے ہر ایک کی خوبی کو ضروری
پاکر انحراف چھوڑکر ایک ہو جائیں اور اوس اتفاق اور اتحاد کی صورت
حاصل کریں کہ جو دھرم کے مکمل اور صلح کل کے ہونے سے ضرور حاصل ہونی چاہئے ۔

مبارک ہیں وہ جو اس عالمگیر دھرم کو سمجھتے ہیں اور عالمگیر دھرم اور ایمان کے
پھیلنے اور عالمگیر صلح کی ترقی پانے کی غرض سے سکٹر ہیں اپنی کوشش کل ہر کے
ترک ایسے ہیں اور نیز دنیا میں اس ناپاک روحانی گناہ اور بیماری کے
کی غرض سے خدا کی مدد لیکر جدوجہد کرتے ہیں اور اپنی فکر - کلام اور افعال
میں اس سچا حقیقی الٰہی زندگی قائم کرتے ہیں ۔

اشتہار

رسالہ دھرم جیون (جو ماہوار نکلتا ہے) ... ... قیمت چھہ آنہ سالانہ

مہرشی دیویندر ناتھ ٹھاکر کے براہمہ دھرم کے بنگالی بیاکھیانونکا ہندی مین ترجمہ کل کتاب کے لئے جو قریباً تین سو صفحہ کی ہوگی ... ... عسعہ

براہمہ دھرم سنگھتا ہندی بہاشا مین جسمین برم دھرم کے سارے تتونکا بیان ہے اور موقع موقع پر کثرت سے شاسترون کے حوالہ بھی دئے گئے ہین۔ مکتی اور دھرم جیون کے خواستگارون کے لئے ایک نایاب نسخہ (عنقریب چھپیگی)

مراۃ الدین

حصہ دوم

برہمو دھرم

لاہور

پنجابی پریس لاہور میں چھپا

سنہ ۱۸۸۴ء

اشتہار

مرقومہ ذیل کتابیں منیجر دھرم جیون کے پاس نقد قیمت بھیجنے سے حاصل ہو سکتی ہیں۔

نام کتاب	قیمت فی جلد
بُنیاد الایمان براہمہ دھرم (اُردو)	۳/
مذہب اور عقل (اُردو)	۱۲/
لیلا وتی کا سوانح عُمری (اُردو)	۴/
اسرار دینیہ (اُردو)	۱/
میری زندگی کا مشن (اُردو)	—/
براہمہ سماج۔ اُسکے مقاصد اور عقائد اُسکا پیام اور اُسکی تعلیم (اُردو)	—/
آدرش براہمو براہمو کی زندگی کا معراج (اُردو میں)	—/
مراۃ الدین حصّہ اوّل (اُردو)	۳/
آدرش براہمو (ہندی زبان اور دیوناگری حروف میں)	—/
اُپاسنا پدہتی (پرماتما کی عبادت کا طریق ہندی میں)	۱/
سنگیت پُشپانجلی (بھجنوں کی کتاب ہندی زبان اور دیوناگری حروف میں)	۱/

نوٹ۔ محصُول ڈاک اِس قیمت کے عِلاوہ دینا پڑیگا۔

فہرست مضامین

نام	صفحہ
دیباچہ	۲
بھگتی کیا چیز ہے	۳
گیان اور بھگتی	۱۶
گناہ اور اُس سے مُکتی	۲۳
روحانی پُوجا	۳۷
ابدی زندگی اور اُس کے ساتھ روحانی ترقی کا لاانتہا سلسلہ	۴۵

دیباچہ

ہم دلی مسرت سے اپنے احباب کی تحریک سے اُن تمام مضامین کو مرتب کر کے کتاب کی صورت مین شائع کرتے ہین کہ جو ہم نے رسالہ برادر ہند مین وقتاً فوقتاً لکھکر مشتہر کیے تھے اور اس نئی کتاب کا نام **مراۃ الدین** رکھتے ہین چونکہ یہ مضامین اپنے نفس مدعا کے لحاظ سے کئی حصون مین منقسم کیے گئے ہین اسلیے اُنہین کے اعتبار سے اس کتاب کو بھی ہم نے کئی حصون مین تقسیم کر دیا ہے چنانچہ یہ مراۃ الدین کا **دوسرا** حصہ ہے کہ جو مشتہر ہوتا ہے۔ پہلے حصہ مین کل ایسے مضامین رکھے گئے ہین کہ جنسے مذہب کی اصلیت۔ ایمان اور علم کا تعلق اور سیکٹیرین اور عالمگیر دین کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ دوسرے حصہ مین وہ مضامین درج ہین کہ جو روح انسانی کے مختلف تعلقات کو خدا کے ساتھ ظاہر کرتے ہین۔ اُس کی بھگتی کیا ہے؟ گیان اور بھگتی مین کیا نسبت ہے؟ گناہ کیا ہے اور گنہگار کیونکر اُس سے مُکتی پاتا ہے؟ خدا کی روحانی پوجا کیونکر ہوتی ہے اور اُسکے ساتھ ہماری روح کا ابدی تعلق کس طور کا ہے؟ انہین امور کا اس حصہ مین بیان کیا گیا ہے

ان مضامین کو دوبارہ چھاپتے وقت حسب ضرورت کہین کہین مناسب ترمیم اور ضروری اصلاح بھی کی گئی ہے اور حتی المقدور اُن امور کا خیال رکھا گیا ہے کہ جس سے یہ کتاب ہر فرقہ اور جماعت اور جنس کے پڑھنے کے لائق ہو۔ پرماتما اسپر اپنی برکت نازل کرین اور اسے اپنی پیاری اولاد کے لیے قبول کرین۔

خدا کی طرف سے

نوع انسان کا خدمت گزار

س - ن - د

لاہور ۱۰ ستمبر ۱۸۸۹ء

بھگتی کیا چیز ہے؟

کیا اِس مُلک کے اہلِ ہنود مین سے ایسا بھی کوی انسان ہوگا جس نے کبھی اِس لفظ بھگتی کو جو بہ حیثیت عنوان مضمون ہذا اُوپر درج کیا گیا ہے نہ سُنا ہو یا جو مشہور مہاتما لوگ پہلے زمانون مین وقتاً فوقتاً گزرتے رہے ہین اُن مین سے کسی کے نام اور کام سے محبت الٰہی کا ذکر اُس کے کانون تک نہ پہنچا ہو؟ نہ صرف سُنا بلکہ ہمارا تو یہ بھی یقین ہے کہ بعضون نے اِسکو اچھی طرح سوچا اور خیال کیا ہوگا۔ اِلّا اِس موقع پر اِس قدر ہم ضرور کہین گے کہ انقلاب زمانہ سے جبکہ آفتاب علم کا اِس مُلک سے غروب ہوا اور تاریکی جہالت نے اپنا رنگ جمایا تو اِس لفظ بھگتی کے بھی اصلی مدعا سمجھنے والے اور حقیقی معنون کو پہنچنے والے صرف برائے نام لوگ باقی رہگئے۔ بھگتی جس صورت مین آج ہمارے مُلک مین دیکھنے مین آتی ہے اور زمانہ حال کے بھگت لوگ جس شکل اور شباہت کے ساتھ عموماً اُس کو ظاہر کرتے ہین۔ مہاتما لوگ اُسے نہایت حیرت اور تعجب کی آنکھون سے دیکھتے ہین اور یہ دیکھنا اُنکا کسی طرح بیجا بھی نہین ہے بلکہ دلیل اُسکی ایسی عیان ہے کہ جسکو ہر ایک شخص جو درستی اور نادرستی مین فرق دیکھنے کے لیے کافی عقل رکھتا ہے بخوبی تمیز کر سکتا ہے۔ اب ہم مناسب سمجھتے ہین کہ اپنے ناظرین کے ملاحظہ کے لیے بھگتی کی اصلیت کچھ ظاہر کرین۔ دنیا کے مشہور سورت پہچاننے والے اور گنون رکھنے والے کا اِس معاملہ پر کچھ بیان کرین۔ یعنی سچہ شری نارد جی مہاراج نے جو اِس کا اپنے سوتر رون مین بیان کیا ہے اُن کو ہم ذیل مین درج کر کے اپنی ناقص سمجھ کے موافق تشریح کے ساتھ ذکر کرتے ہین۔ منتخب نفسانی سے کسی امر مین کچھ کہنا ہمارا کام نہین تا جن بھگتون۔ مہاتماؤن۔ رشیون اور منیون پر ہمارے ہمنام

بہائیون کا عقیدہ ہے اُنکے سچے اور پاک خیالات کو اپنے بہائیون مین شائع کرنا ہم خود اپنا فرض سمجھتے ہین چُنانچہ تیسرے انوواک مین پندرہوین سے لیکر بیسوین سوتر تک بھگتی کے لچھنون یعنے علامات کو اس طور پر بیان کیا ہے -

तल्लक्षणानिवाच्यन्तेनानामतभेदात् १५।

معنی - کئی متون کے بہید سے اُسکے (بھگتی کے) لچھنون کو کہتے ہین - ۱۵

पूजादिष्वनुराग इतिपाराशर्यः १६।

معنی - پوجا کے وقت انوراگ (محبّت کا ہونا) یہ پاراشر آچارج کا مت ہے - ۱۶

कथादिष्विति गर्गः १७।

معنی - گرگا چارج (بھگوان کی) کتھا بارتا وغیرہ مین ہی خالص محبّت کے اظہار کو بھگتی کہتے ہین - ۱۷

आत्मरत्यविरोधेनेति शाण्डिल्यः १८।

معنی - شانڈلیا چارج کے مت مین آتما یعنے روحِ انسانی جس خواہش نفسانی کیطرف توجّہ کرتی ہو اُس کے خلاف بہاؤ پیدا کرنیکو بھگتی کہتے ہین - ۱۸

नारदस्तु तदर्पिताखिलाचारता तद्विस्मरणे परमव्याकुलतेति १९।

معنی - لیکن شری نارد جی تو سب طرح ایک پرمیشور مین ہی سب آچارون کو ارپن کر دینے اور نیز بغیر یادِ الٰہی ایک لمحہ بھی چین اور قرار سے نہ رہنے یعنی بیاکل ہو جانیکو بھگتی کہتے ہین - ۱۸

अस्त्येवमेवं २०।

معنی - اور واقع مین بھی یہی ٹھیک ہے -

جاننا چاہیئے کہ یہ بھگتی جسکے صرف لچھنونکو ہم نے ابھی اُوپر ذکر کیا ہے حقیقت مین بالمعنی ایک پرمیشور ہی سے ہو سکتی ہے جیسا کہ شری نارد جی کے اقوال سے ثابت ہے کیونکہ ایک پرمیشور ہی کامل صورتین بھگتی اور پریم کا مدار ہے اِسلیئے صرف اُسی سے ہمارے واقعی بھگتی کا ہونا ممکن ہے کیونکہ یہ تو ہم سب لوگونکا دلی اور طبعی عقیدہ ہے کہ ایک پرمیشور ہی ہم سبکا پیدا اور پرورش کرنیوالا ہے اُسی کی رحمت کے زیر سایہ ہم زیست کا لُطف اُٹھاتے ہین اور صرف اُسی سے ہماری عقل ۔ قوّت ۔ اِدراک ۔ گیان اور پریم یعنے محبت وغیرہ صفات انسانی کا جو در حقیقت ہماری روحانی ترقی کے اسباب ہین ظہور ہوا ہے ۔ مرنا اور جینا بھی ہمارا ایک اُسی رب العالمین کے قبضہ مین ہے گیان اور کرم اندریان کُل اسباب جسمی جس سے ہم آراستہ اور پیراستہ ہین انکا وجود بھی ایک اُسی کی قُدرتِ کاملہ سے ہوا ہے کھانے پینے کی اشیا جنسے ہماری روزمرہ اس دُنیا کی زیست مُتعلّق ہے ایک اُسی حافظ حقیقی کی بخشش ہین یہانتک کہ جو اشیا ہمارے دیکھنے ۔ سُننے ۔ سونگھنے اور مَس کرنے مین آتی ہین اور حواسِ خمسہ سے پہچانی جاتی ہین اور جو ہماری بہتری کا موجب بن رہی ہین یہ سب اُسی قادر مُطلق کی قُدرت کاملہ کے عطیّہ ہین ۔ آہا ! کیا کیا عجیب اور غریب قدرتین اُس کی اِس دُنیا کے کارخانو نمین دیکھی جاتی ہے ! واہ کیا کیا بھلائی کے ممزوج قانون ہماری ترقی اور بہبود اور بہتری کا ذریعہ ہو رہے ہین جنکی طرف ہماری کامل نگاہ جانے سے ہم اپنے دُنیوی والدین کو بھول اُسی کو مُحبِ حقیقی دیکھ ۔ والدیا والدہ حقیقی سے ملقب کرنیکے لایق ہوتے ہین !! سُبحان اللہ ! کس محبّتِ پدرانہ کے ساتھ اُسنے ماں کے پیٹ سے برآمد ہونے کے پیشتر ہی پستانِ مادری مین ہماری پرورش کی غرض سے دُودھ پیدا کیا اور بعدہٗ ہمارے والدین کے دلونمین کس زور کی محبّت ڈالکہ ہماری طرف محبت اور اُنس ظاہر کرنے کو مائل کیا کہ جس سے اُنہون نے ہماری تکلیف کو اپنی تکلّف پر ہمیشہ فوق دیا او

ہماری پرورش مین صدقِ دل سے مصروف ہوجانا اپنا فرض سمجھا!! چنانچہ جو محبت خالص اور
پاک والدین کو اپنی اولاد سے ابتدا مین ہوتی ہے وہ عام پر اظہر من الشمس ہے شیر مادری کے
بعد جب غذا، نباتاتی کے چبانے اور کھانے اور ہضم کرنے کے قابل ہوئے تو اپنی عین محبت
کے ساتھ وہ سامان بھی اُسنے ہمکو دیئے جس سے کامل طور پر ہماری جسمانی پرورش ہوتی ہے
اور ان سب کے علاوہ ہماری روحانی ترقی کو خاص مدّنظر رکھکر اُس کی ترقی کے سامان بھی
مثل بُدھی، بیبیک، بشواس، و پریم وغیرہ خصائل روحانی ایسے بخشین کہ جنکی اور جنکی
ماہیت جاننے پر ہم اپنی روحانی ترقی کے باعث ہوتے ہین۔

اب کیا ہم ان سب باتون کے روزمرّہ دیکھتے اور نیز پرمیشور کے اِن کوشل نعمتون یعنی قوانین
رحمت کے اُصولونکو ہر ملک اور ہر جگہ مین بلا کسی خصوصیت مشاہدہ کرکے پر اُس والدِ حقیقی کے
منگل مئی اور پریم سروپ ہونیکا تجربہ نہین پاتے ہین؟ اگرچہ کہا جا سکتا ہے کہ آج ہماری
واقعی یہ حالت نہین اور ہم اگیان کے دلدل مین پڑے رہکر مثل اُس ہاتھی کے جو کسی گیدڑ
کی عقل پر معتقد ہو کر اُسی گیدڑ کو اپنا اصلی ہمدرد شمار سمجھتا تھا اور جسکی حکایت ہتوپدیش مین
درج ہے اُس پرمیشور خیر خواہ حقیقی کو چھوڑ اُس کے کسی ہمارے ہی سے اس عقیدہ کے
ساتھ کہ اُسی سے ہمارے کُل نعمتون کی اصلاح ہوگی اُسی سے ہمارے کُل رنج دور ہونگے اور دنیاوی اور
حاصل ہونگی وہی ہماری روحانی ترقی کا اصلی مخرج ہوگا [illegible] ہمارے مدعا مین کامیاب
کرکے انند اور شانتی دیگا معتقد ہو کر اپنی محبت کو اُسی مین قربان کرین تو غور کرنا چاہیے
کہ ہم کیسی بھاری غلطی مین مبتلا ہین اور ہماری کیسی بڑی جہالت ہے۔

مذہبی ظلم لوگون پر اتنی طرح خدا پرستی یا پرمیشور کے علاوہ دوسری شے ہے وہ نہ صرف نہین بلکہ
اُس خالق بے نیاز کی پیدا کی ہوئی کوئی شے ہوگی چنانچہ اسی بنا پر [illegible] بزرگون نے
اُنکو ایک سیوا و تعظیم کہا ہے اور دوسرے مذہب والون نے بھی دوسرے لفظون مین

واحد لاشریک گردانا ہے پس جب علاوہ اُس قادرِ مطلق کے جو شے ہے وہ اُس کی قدرت کا
نمونہ ہے تو ظاہر ہے کہ اُس نمونہ یا شے کو اُسنے اپنے نیک ارادے سے جس صفت کے ساتھ پیدا
کیا ہے اُسی صفت کے اظہار کو وہ شے طاقت رکھتی ہے اَور کیلئے نہیں پس صاف ثابت ہے کہ مالکِ حقیقی کے
علاوہ جب اُس کی کسی دوسری مخلوق سے ہم پریت یعنی محبت کرینگے تو ہم ضرور اُس سے اُس
خوبی کو حاصل کر سکینگے جو خالق نے اُس میں پیدا کی ہے چنانچہ اگر ہم کسی خوشبودار پھول کی
محبت میں فدا ہوویں تو ہم اُس سے کیا فائدہ اُٹھا سکینگے ہ ضرور اُس عضو کے وسیلہ سے
جس کو خوشبو کے معلوم کرنیکی طاقت دیگئی ہے ہم خوشبو حاصل کرینگے اِسی طرح اگر ہم کسی شے
نباتاتی مثل غلہ وغیرہ سے اُنس پیدا کریں تو ہم بجز بھوک سے سیری حاصل کرنیکے اَور کیا فائدہ
اُٹھا سکتے ہیں ؟ پس تحقیق ہوا کہ پرمیشور نے جس میں جو گُن دیا ہے وہ صرف اُسی کے اظہار کی
طاقت رکھتا ہے اور نہیں جیسے آفتاب اِس دُنیا میں روشنی اور حرارت دینے کے لیئے ضرور قائم
ہے مگر کسی کو بیٹا پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ ہوا جسکی مدد سے ہم دم کشی کر سکتے ہیں اور
جس سے ہماری زیست متعلق ہے وہ بھی غذا کا کام نہیں دیسکتی یعنی اُس سے ہماری بھوک
کی سیری ہرگز نہیں ہوسکتی غرضکہ اُس عقلِ کُل نے حسبِ مصلحت جس جس شے کو جس جس مزاج
یا صفت کے ساتھ پیدا کیا ہے اُسی مزاج یا صفت کے اظہار کو وہ شے قدرت رکھتی ہے برخلاف
اُسکے حکم کے عمل کرنے کو ہرگز ہرگز توانا نہیں ہے۔ اب غور کا مقام ہے کہ اگر ہم بخار وغیرہ
کسی مرض جسمانی کے رفع کرنے کی غرض سے طبیب اور طبابت کی کُتب کو طاق میں رکھکر آفتاب
کا برت یا اُسکی پوجا کرنیکو مستعد ہوتے ہیں تو ہماری کیسی غلطی ہے یا جب کبھی ہمارا تشنگی
سے لب خشک ہو اور دل بیچین ہو رہا ہو اُسکے رفع کرنے کے لیئے ہم بجائے پانی پینے کے
شری بھگوت گیتا کی پاٹھ سے اپنی پیاس مٹانا چاہیں تو ہماری کیسی جہالت ہے پھر کیا
ان اُصولوں کے خیال کے ساتھ ہمکو حیرت اور افسوس کا مقام نہیں ہے کہ ہم ہر شے کی خاصیت

اور صلیت اور مزاج کے بغیر تحقیقات ہی اُس شے کے اُپاسک بنجاتے ہین اور اُسی مین اپنی
سچی محبت ظاہر کرکے اُس کو اپنی مُراد کا پُورا کرنے والا اور تکلیف کا آسان کرنے والا اور سچا
خیر اندیش جان اُسکے بہگت اور روان بنجاتے ہین؟ اس سے زیادہ حیرت انگیز اور افسوس اور
صدمہ کا دینے والا اَور کیا امر ہوگا کہ ہم شری بہگوت گیتا کے پاٹھ سے پیاس رفع ہوجانیکا
عقیدہ رکھین اور اپنی اُس بیش بہا بہگتی کو صحیح اور واجب طور پر استعمال مین نہ لاکر اور نیز
مہاتماؤنکے مُجرب بچنون پر (جیسا کہ ابھی ہمنے شری نارو جی کے بچنونکو اُوپر درج کیا ہے) توجہ
نہ کرکے اپنی حیات ابدی اور راحت حقیقی کے پہل کو موت اور رنج اور تکالیف سے بدلکر غارت
کرین۔ اے بہائیو! جس خصلت کا جس مین ظہور نہین اُس سے ہم کیسی ہی صدق محبت کا
اظہار یعنی پوترپریتی کیون نہ کرین مگر ہرگز ہرگز اُس سے مُستفید نہین ہوسکتے ہین۔ حلوے کو
عام محبت سے ہی مُنہ سے لگانیمین زبان کو اُس کی شیرینی کا مزہ ملتا ہے اِلّا مرچ کو چاہے کیسی
ہی محبت کے ساتھ مُنہ مین ڈالو مگر شیرین پن کی لذّت کا پیدا ہونا غیر ممکن ہے اِسلیئے ہم سب کا
اوّل فرض یہ ہے کہ بہگت کہلانے سے پیشتر ہم اوّل اس بات کا فیصلہ کرلیوین کہ بہگتی کیا ہے اور
ہمکو اس کے وسیلہ سے کس غرض اور مُدعا کے پُورا کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ ہر انسان مین پرمیشور
نے بدھی (عقل) اور بیبیک (تمیز) کی طاقت صرف اِسلیئے بخشی ہے کہ وہ ہر شے کے حصول کیلیئے
اوّل سے ہی اُس کی تدابیر مناسب کا تصفیہ کرکے بعدہٗ جس مُدعا مین کامیاب ہونیکی ضرورت
سمجھے اُس کی خوبی اور خاصیت پر فکر کرے بعد ازان اپنی غرض کے پورا کرنے کے لیے اُسی کو ذریعہ
گردانے جس سے اُس کے مطلب کا حاصل ہونا ممکن اور واجب آتا ہو بعدہٗ اُس ذریعہ کو اپنا رہبر حقیقی
گردانکر تدابیر مناسب کو عمل مین لاکر اپنی کامیابی حاصل کرے۔ اے پیارے بہگتو! اگر بہگتی
سے بجز اسکے ہمارا اَور مُدعا نہین ہے کہ ہمارے آتما مین روز بروز پریم اور انند کی ترقی ہو۔
ہماری آتما روز بروز راحت حقیقی کا لطف اُٹھاوے اور حرص وہوس دُنیاوی اور لذت

نفسانی مین ہی مُبتلا ہو کر گناہوں کا شکار نہ بنجاوے۔ کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔
وغیرہ جو حیوانی جذبات ہمارے ساتھ ہین اور جو حد سے بڑھکر اپنی طرف لیجا کر گناہ کا باعث ہوتے
ہین اور ہمکو ناپاک اور پلید بنا جہنم کی تکالیف مین ڈالتے ہین اُنکو ہم دفع کرکے اُنکے تیز پنجہ سے
رہائی اور مُکتی حاصل کرین اور روحانی ترقی جو ہماری روح کی خواہش طبعی ہے وہ بخوبی حاصل
ہو اور اصلی موت جو گناہ ہے اور جسمین یہ اگیان سے مُبتلا ہو کر دردناک دُکھ اور تکلیف
کی مستحق ہوتی جاتی ہے اُس سے آزادی نصیب ہو اور حیات جاودانی کا لُطف اُٹھاتی ہوئی
بذریعہ گیان اور دہرم کے خواہش طبعی یعنی روحانی ترقی کا باعث ہو کر شانتی حاصل
کرے تو اس سب مذکورہ بالا مُدعا کے پورا ہونے کے لیئے ایک پرمیشور کی ہی بھگتی خاص اور
اصل تدبیر ہے کیونکہ ایک پرمیشور ہی آنند۔ امرت۔ کلیان۔ پوترتا۔ پریم اور شانتی
وغیرہ کا مبدا اور حقیقی مخرج ہے اور اسلیئے اُسی ایک لاثانی پُرش سے محبت اور صدق بھگتی
کرنے اور نیز اُسکے پسندیدہ کاموں کے عمل سے رُوحانی برکت کے ساتھ ہم اُسکے پرم آنند
پریم پوترتا اور شانتی کو حاصل کر سکتے ہین۔

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ جو شے جس صفت سے موصوف ہے اُسی سے اُس کے حصُول کی غرض
سے محبت کرنا ضرور ہے پس یہ خود ہی ثابت ہے کہ بھگتی کو مذکورہ بالا اوصاف کے ساتھ عمل مین
لانے اور اُس سے کامیاب ہونے کے لیئے ایک پرمیشور ہی کی بھگتی ہمارا اصلی مقصود ہے کیونکہ
ایک وہی قادر حقیقی ہمارے سب نیک اور پاک ارادونکے پورا کرنیکے لیئے قادر ہے جیسے کسی معصوم
بچے کیلئے صرف پستان مادری ہی اُسکی بھوک کی سیری کا ذریعہ ہوتے ہین بجز اُنکے اپنی دایہ
یا اپنے خود کسی اعضائے جسمانی کو چوسنے سے اُسکا شکم ہرگز نہین بھر سکتا چنانچہ ظاہر ہے کہ اکثر
اوقات بچے بڑے شوق اور اُلفت کے ساتھ اپنی انگوٹھہ یا اُنگلی وغیرہ کو چوسنے لگجاتے ہین۔
الّا بسبب اِسکے کہ کوئی عضا سوائے پستان مادری کے دُودھ کا مخرج نہین ہوتا بچے کے پیٹ مین

دودھ کا پہنچنا غیر ممکن ہوتا ہے پس سمجھنا چاہیئے کہ اس طرح بھگتی بھی جب تک اپنے مبداء اصلی سے تعلق نہین پکڑتی اور اپنا طبعی رشتہ حقیقی معبود سے نہین جوڑتی اُسوقت تک اُسکی کُل کوشش ضائع اور رایگان جاتی ہے اور مثال اُس کی بجنسہ اُس بچے کے ساتھ صادق آتی ہے جو پستان مادری چھوڑ کسی اَور اعضائے جسمانی مثل انگوٹھے وغیرہ کے چوسنے سے ہی اپنی بھوک کی سیری سمجھتا ہو۔ پس ہم لوگونکا فرض ہے کہ چند روزہ زندگی کے اس بیش بہا وقت کو صرف بچے نکی طرح بیفائدہ اور بے سود استعمال سے ہی ضائع نہ کرین۔ بلکہ اپنے معبود حقیقی کو پہچانکر بھگتی اور پریم کے تخم کو سچے اور واقعی استعمال مین لاکر زیست انسانی کا سچا پھل حاصل کرین بیان مذکورہ بالا سے ہمارے ناظرین کو بخوبی ثابت ہو گیا ہوگا کہ انسان کو صرف ایک ایشور کی بھگتی کرنی چاہیئے۔ چنانچہ اس موقع پر ہم مناسب سمجھتے ہین کہ کچھ بیان اُسکے سادھن یعنی عملین لانیکا رقم کرین۔ شری نارد جی مہاراج نے اپنے سوترون مین اسکے سادھن کا اس طور پر بیان کیا ہے کہ۔

तस्याः ज्ञानमेव साधनमित्येके २८।

معنی۔ اُس بھگتی کا سادھن گیان ہی ہے یہ ایک آچارج کی رائے ہے۔

अन्योन्याश्रयत्वमित्यन्ये २९।

معنی۔ گیان اور بھگتی دونون لازم اور ملزوم ہین یہ دوسرے اچارج کا عقیدہ ہے۔

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ بھگتی کو گیان سے ایک قسم کا ایسا تعلق ہے کہ جو لازم اور ملزوم مین ہوتا ہے چنانچہ جب ہمکو اوّل کسی شئے کا کچھ گیان حاصل ہوتا ہے تو اُسکے گیان کے ساتھ ہی اُسکی طرف کچھ اُنس بھی پیدا ہوتا ہے اور جب اُنس پیدا ہوتا ہے تو پھر ضرور بالضرور اُس شئے کی زیادہ حقیقت اور ماہیت دریافت کرنیکو طبیعت مائل ہوتی ہے اسطور پر اُس کی جسقدر حقیقت ظاہر ہوتی جاتی ہے اُسی درجہ اُس سے محبت بھی اَور زیادہ ہوتی جاتی ہے غرضکہ یہی سلسلہ متواتر

چلا جاتا ہے - پس بہگتی کے بڑھانیکے لیئے گیان، اور گیان کے بڑھانیکے لیئے بہگتی کی نہایت ضرورت ہے اگرچہ اس موقع پر ان دونون کے ہمراہ جو ایک تیسرا لازمہ بیراگ کا ہے اُس کا کچھ بیان نہین کیا گیا مگر سمجھنا چاہیئے کہ وہ بالطبع اِن دونوں کے ساتھ پیدا ہو جاتا ہے - یعنی حقیقت مین یہ تینون ہی آپسمین ایسے لازم اور ملزوم ہین کہ ہر ایک اپنی موجودگی مین آپ کو مکمل کرنیکی غرض سے آپ ہی دوسرے کو پیدا کر لیتا ہے -

باقی اور کئی قسم کے سادہنون کی نسبت شری ناروجی اِس طور پر رقم فرماتے ہین -

तस्यास्साधनानि गायन्त्याचार्य्यः ९।

معنی - اُس کے (بہگتی کے) اچارج لوگ کئی اقسام کے سادہن بیان کرتے ہین -

तत्तुविषयत्यागात्सङ्गत्यागाच्च १०।

معنی - اِلّا وہ (بہگتی) تو ترک لذات محسوسات سے ہی حاصل ہوتی ہے -

अव्याहतभजनात् ११।

معنی - اور متواتر سلسلہ بہجن سے پیدا ہوتی ہے -

लोकेपिभगवद्गुणश्रवणकीर्तनात् १२।

معنی - اِس لوک مین بہی بہگوان جی کے گنون کے سُننے اور کیرتن کرنے سے حاصل ہوتی ہے

دیگر

स्त्रीधननास्तिकवैरिचरित्रं नश्रवणीयं १३।

معنی - استری (عورت) دہن (دولت) اور ناستک (منکر) اور دشمن کے کلام مانا واندا مین فریفتہ نہو -

अभिमानदम्भादिकंत्याज्यं १४।

معنی - ابہی مان (غرور) اور دمبہ (مکاری یا ریاکاری) وغیرہ سے پرہیز رکھے -

तदर्पिताखिलाचारस्सन् काम

क्रोधाभिमानादिकंतस्मिन्नेवकरणीयं १५।

معنی - اپنے سب اچاروں (طریقوں کو اُس میں (پرمیشور میں) آرپن (نذر) کرتے ہوئے
کام (شہوت) کرودھ (غضب) ابھمان (غرور) وغیرہ بھگوان ہی میں کرے۔

"नित्यदास्यनित्यकान्ता भजनात्मकं

प्रेमऐवकार्य्यं प्रेमएवकार्य्यमिति" १६।

معنی - ہمیشہ داس یا پیاری استری (عورت) کی مانند بھجن کرتے ہوئے پریم کرنا چاہیے
صرف ایک پریم ہی کرنا چاہیے۔

دیگر

भक्तिशास्त्राणिमननीयानि तदुद्बोधक

कर्म्माणि करणीयानि १७।

معنی - بھگتی سجھنے والے شاستروں کا منن یا بچار اور نیز بھگتی پیدا کرنے والے فعلوں پر
عمل کرنا چاہیئے۔

सुखदुःखेच्छालाभादित्यक्तेकाले

प्रतीक्ष्यमाणेक्षणार्द्धमपिव्यर्थंननेयं १८।

معنی - سُکھ - دُکھ - اچھا (خواہش) لابھ (انتفاع) وغیرہ کے تفکر سے آزاد رہکر زمانہ
کی حالت انتظار میں ایک نصف لمحہ بھی ضائع نہ کرے۔

अहिंसासत्यशौचदयाऽस्तिक्यतादि

चारित्र्याणिपालनीयानि १९।

معنی - اہنسا (یعنی وہ افعال جن سے کسی انسان یا حیوان کو رنج اور تکلیف نہ پہنچے) ست (راستی)

شَوچ (پاکیزگی) دَیا (رحم) اور سنکتا وغیرہ افعال کا عامل ہونا چاہیئے۔

सर्वदासर्वभावेन निश्चिंतितैर्भग

वान एव भजनीयः २०।

معنی۔ ہمیشہ تفکرات سے آزاد ہوکر سب طور سے صرف ایک پرمیشور کا ہی بھجن کرنا چاہیئے۔ مذکورہ بالا سادہنون اور نیز پرمیشور کا بھجن۔ کیرتن اور اُنکی پرارتھنا (دُعا) سے روح انسانی مین پریم پیدا ہوتا ہے جس پریم کا پہر شری نارد جی کے سوتر ونمین اس طور پر بیان کیا گیا ہے۔

अनिर्वचनीयंप्रेमस्वरूपं २१।

معنی۔ پریم کی کیفیت کے اظہار کو زبان طاقت نہین رکھتی ہے یعنی وہ بیان سے باہر ہے۔

मूकास्वादनवत् २२।

معنی۔ کیونکہ گونگے کو مزہ ملنے کی مانند ہے۔

गुणरहितंकामनारहितं प्रतिक्षणवर्द्ध

मानमविच्छिन्नसूक्ष्मतरमनुभवरूपं २३।

معنی۔ وہ پریم گُنون (دُنیوی لذتون) کامناؤن (دینوی خواہشون) سے آزاد ہر لحظہ ترقی کرنیوالا خاص ایک قسم کی کیفیت سے پُر لطیف سے بہی لطیف اور صرف روح کے وسیلہ سے حس کرنے کے قابل ہے۔

तत्प्राप्यतदेवावलोकयति तदेव

शृणोति तदेवचिन्तयति २४।

معنی۔ جسے (پریم کو) حاصل کرنے کے بعد پہر پریمی لوگ اُسی کو دیکھتے ہین۔ اُسی کو سُنتے ہین اور اُسی کا فکر کرتے ہین۔

بہر بھگتی کے بیان مین اُس کی اصلی علامات اور نتیجہ کا اِس طور پر اظہار کیا گیا ہے۔

साकस्मैपरमप्रेमरूपा २५।

معنی۔ وہ ایشر کے ساتھ اصل پریم کی شکل ہے۔

अमृतस्वरूपाच २६।

معنی۔ اور امرت کی مانند ہے۔

यल्लब्ध्वापुमान्सिद्धोभवत्यमृतीभवतितृप्तोभवति २७।

معنی۔ جسکے حصول سے انسان لازمۂ انسانی کی کیفیت حاصل کرنے مین کامیاب ہوتا ہے حیات ابدی پاتا ہے اور سیر ہو جاتا ہے۔

यत्प्राप्यनकिञ्चिद्वाञ्छति नशोचति नद्वेष्टिनरमतेनोत्साही भवति २८।

معنی۔ جسکے حاصل کرنے کے بعد نہ کچھ چاہتا ہے نہ کچھ فکر کرتا ہے نہ کسی سے حسد رکھتا ہے نہ (کسی کی تلاش مین) اِدھر اُدھر پھرتا ہے اور نہ کوئی جتن کرتا ہے۔

بیان مذکورہ بالا سے ہمارے ناظرین بھگتی کی بزرگی او فضیلت اور اُس کی نوع انسانی کیلئے پاپ اور موہ سے مکتی پانے کی ضرورت کو بخوبی سمجھ گئے ہونگے اور اُس کا ثبوت خود اُس کا عمل ہے۔

प्रमाणान्तरस्यानपेक्षत्वात्स्वयम्प्रमाणत्वात् २९।

معنی۔ اِس مین زیادہ ضرورت ثبوت کی نہین کیونکہ یہ خود ثبوت مجسم ہے۔

शान्तिरूपात्परमानन्दरूपाच्च ३०।

معنی۔ (کیونکہ) اِس مین شانتی ملتی ہے اور پرمانند محسوس ہوتا ہے۔

پس اسے شانتی پد (درجۂ تسکین و صلاحیت) کے چاہنے والو پرمانند (راحت حقیقی) کی طبعی خواہش

رکہنے والو۔ پریم کے پیاسو اور روحانی ترقی کے خواہشگارو جلد اپنے گنہگار رواج کو لذاتِ محسوسات کے پہندے سے چہوڑا کر بہ شکل موت جو گناہ ہے اُس سے آزادی اور نیز اپنی طبعی خواہش جو انند ہے اُسکے پورا کرنے پر راحت حقیقی کے حصول کے لیئے شری نارد جی (جو سب رشیون کے سرتاج سمجہے جاتے ہین) کے اقوال پر توجہ دو اور اُن کی ہدایت کے موافق اُس پورن برہم نرانکار ستچدانند پرمیشور کی پناہ مین آؤ اور صرف ایک اُسی کی بہگتی اپنے اوپر جائز کرو۔

सकीर्त्यमानश्शीघ्रमेवाविर्भवत्य

नुभावयति भक्तान् ३१।

معنی۔ وہ پریم سورتی (پریم کی شکل) بہگوان بہجن کرنے سے بہت جلد ہردے (دل) مین ظاہر ہو کر بہگتونکو راحت حقیقی محسوس کرتے ہین۔

چنانچہ موکچہ جیون اور پرمانند کے حصول کے لیئے شری نارد جی نے اکثر اوقات یہی فرمایا ہی کہ

त्रिसत्यस्यभक्तिरेव गरीयसीभक्तिरेवगरीयसी ३२।

معنی۔ تینون زمانہ مین (ست پرمیشر) کی بہگتی ہی سب سے برتر ہے۔ بہگتی ہی سب سے افضل ہے۔

پہر یہ ایک صرف اُنہین کی رائے نہین بلکہ

इत्येवंवदन्तिजनजल्पनिर्भया एकमताः कुमारव्यास

शुकशाण्डिल्यगर्गविष्णुकौण्डिन्यशेषोद्धवारुणिबलिहनुमद्विभीष **णादयोभक्त्याचार्याः ३३।**

معنی۔ لوگون کے بکباس سے بیخوف ہو کر۔ کمار بیاس۔ شُک۔ شانڈل۔ گرگ۔ بشنو۔ کونڈن۔ شیش اددہو۔ آروُنی۔ بالی۔ ہنومان اور بہیکہن وغیرہ مشہور بہگت لوگ بہی متفق الرائے ہو کر یہی فرماتے ہین

اَب ہم اِس بہگتی کے مضمون کو شری نارد جی کے اِس مقولہ کے ساتہہ ختم کرتے ہین کہ

श्रद्धतेसभक्तिमानभवति सप्रेष्ठंलभतेसप्रेष्ठंलभत ३४।

معنی۔ جو اعتقاد کے ساتہہ شردھا کرتا ہی اُسے بہگتی ملتی ہی اور وہ پیار کو پاتا ہی۔ وہ پیار کو پاتا ہی فقط

گیان اور بھگتی

مذہبی دُنیا مین ہم دیکھتے ہین کہ لوگون مین گیان اور بھگتی کے متعلق اکثر نااتفاق پایا جاتا ہے گیانیون کے نزدیک بہت سے بھگت ظاہر بھگت یا نکلا بھگت سمجھے جاتے ہین اور بھگتون کے نزدیک اکثر گیانی خشک گیانی خیال کیئے جاتے ہین۔ اِس مضمون مین ہم چاہتے ہین کہ اِسکی کسی قدر توضیح کرکے اپنے ناظرین پر ظاہر کردین کہ مذکورۂ بالا الفاظ کے استعمال کی اصل بُنیاد کیا ہے اور نیز اُنکا استعمال کہانتک حقیقتِ حال کے موافق یا غیرموافق ہے۔

جب ہم دیکھتے ہین کہ ایک شخص کہتا کچھ ہے اور کرتا کچھ ہے۔ جب ہم دیکھتے ہین کہ ایک شخص دیگر انرا نصیحت اور خود را فضیحت کا مصداق بنتا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ ہم اُسے اُن لوگون کا منصب تو نہین دیسکتے ہین جو برعکس اُسکے دکھلانے کے دانت اَور کھانیکے دانت اَور نہین رکھتے ہین۔ پہلی قسم کے لوگ کہتے ہین کہ ہان حسبِ حیثیت کسی غریب اور محتاج کے جو فی الواقع خیرات کا مُستحق ہے مدد کرنا انسان کا فرض ہے۔ مگر جب حسبِ اتفاق کبھی اُنکا ایک بھائی جو صریح دُکھ اور مصیبت کی مجسم تصویر بن رہا ہے اُنکے پاس آکر سائل ہوتا ہے تو اُسوقت بجائے اِسکے کہ اُنکا دل اُس کی حالتِ زار سے بیچین ہوکر مثل موم کے پگل جاوے اور وہ اُس کی حسبِ حیثیت امداد کرین اُلٹا اپنی شرارت سے ایک قسم کا ذاتی حظ اُٹھانے کی غرض سے اِس قسم کا سلوق کرتے ہین کہ جس سے اُس بیچارے کو بجائے تسکین پہنچنے کے اُلٹی تکلیف مین تکلیف پہنچتی ہے۔ بس اِس قسم کے لوگ اگرچہ جہانتک خیرات کے علم اور نصیحت کا تعلق ہے پوری واقفیت رکھتے ہین۔ مگر اُنکا یہ علم خود اُنکے عمل سے مطابقت نہین کھاتا ہے اور اِسلیئے ایسے لوگونکے حق مین اگر خشک گیانی کا خطاب

عطا کیا جائے تو وہ حق میں اُن کی ذاتی صفت کے موافق ہے۔ یہ صرف ایک مثال ہے مگر اِس کے سوائے اور بہت سی کم و بیش اسی کے متشابہ مثالین ہین کہ جنکے اطلاق سے بہی لوگون پر وُہی خشک گیانی کا خطاب واجب آتا ہے۔ مثلاً ایک شخص بُت پرستی یا مخلوق پرستی کو بُرا بتلاتا ہے۔ مگر خود بہی سچّی خدا پرستی کا عامل نہین ہے اور جس طریق کو زبان سے بُرا کہتا ہے اُسی کو عمل کے ساتھ نیک ظاہر کرنے مین دریغ نہین کرتا ہے یا ایک شخص بچّون کی شادی کی بُرائیوان پر خوب کود کود کر لیکچر دیتا ہے اور لمبے لمبے مضمون اخبارون مین مشتہر کرتا ہے۔ مگر جب اپنی مثال کا وقت آتا ہے تو وُہی تین برس کی عمر مین سگائی اور سات یا آٹھ یا دس برس کی عمر مین اپنے لڑکے اور لڑکیون کی شادی کرکے فارغ ہو بیٹھتا ہے یا ایک شخص بیوہ کی شادی کے جواز مین بہت کچھ دم بہرتا ہے اور بڑی بڑی دلیلین معقول اور منقول پیش کرتا ہے مگر ساتھ ہی اُس کے اپنے گہر مین دیکھتا ہے کہ ایک نوجوان پندرہ برس کی لڑکی بیوہ ہو کر مصیبت کا پتلا بنی بیٹھی ہے اور مثل اُس ڈوبنے والے کے جو دریا کے بیچ دھار مین پڑا ہوا غوطہ کہا رہا ہے اور کُل اُمیدین زیست کی قطع کر چکا ہے یہ بہی ہر وقت آہ و زاری کے درمیان نا اُمیدی کی خوفناک لہرون مین غوطہ زن ہے۔ لیکن اُس کا دل نہین پسیجتا ہے اور دنیوی خوف اور خود غرضی کے مارے کُل منطق اُسکی بہول جاتی ہے یا ایک شخص بیدی پر بیٹہکر بڑے زور کے ساتھ دھرم حقانی کے اُصولون کا اُپدیش دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تا وقتیکہ ہم اپنی زندگی مین اِن اُصولون کا اظہار نہ کرینگے تبتک اُس دھرم کی ترقی نہین ہوسکتی۔ مگر زندگی مین وُہی اُس کی بت پرستی۔ وُہی اُسکی ذات پانت کا خیال۔ رسوم کے ادا کرنے مین وُہی اُس کا طریق جنکی وہ بیدی پر بیٹھکر مخالفت کرتا ہے۔ پس یہ کُل مثالین جن لوگون کے ساتھ صادق آتی ہین۔ اُنکے لئے جو لوگ خشک گیانی کا خطاب تجویز کرتے ہین وہ نہایت سچے ہین۔ کیونکہ ایسے لوگون کا

گیان صرف زبان سے ظاہر کرنے کے لیئے ہوتا ہے۔ عمل سے اُس کا کچھ علاقہ نہین ہوتا۔
آپ ایک اور دوسری کلاس ہے۔ اِس کلاس کے لوگ کسی امر کے صحیح یا غیر صحیح۔ درُست یا
یا نادرُست۔ جایز یا ناجایز ہونے سے علاقہ نہین رکھتے ہین۔ اِنکے خیال مین کسی مذہبی
امر کی نسبت تحقیق کرنا یا علم پیدا کرنے کے لیئے کوشش کرنا اور صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے
سعی اور جانفشانی کرنا چندان سودمند نہین ہے بلکہ کسیقدر لغو حرکت ہے۔ اِنکے اعتقاد
مین महाजना: येन गत: स पंथा: (یعنی بڑے بڑے لوگ جس رستہ ہوکر
گئے ہین وُہی رستہ ہے۔ پس بسبب اِسکے کہ نہ تو وہ تحقیقات کو درُست سمجھتے ہین اور نہ
اُن مین لاعلمی کے باعث حقیقت پر پہنچنے کا مادّہ ہی ہوتا ہے یہ تمیز کرنا کہ کون بزرگ آدمی
ہے اور کون نہین ہے اُنکی طاقت سے قطعی باہر ہوجاتا ہے اور بجائے اِسکے کہ وہ کسی
بزرگ کی اندرونی زندگی کے مشاہدہ کے قابل ہون۔ محض اُس کے بیرونی طریق اور
ظاہری علامات کی پیروہوجاتے ہین کوئی نہین ہے ایشربھگت یا سادھو کہلانے کے لیئے جھک
جھک کر دونون ہاتھون سے سلام کرتا ہے۔ کوئی بات بات مین ہاتھ جوڑ جوڑ کے اپنے
تئین دوسرون کا "داس" ظاہر کرتا ہے۔ کوئی خاکساری اور نیازمندی کا دَم بھرتا
ہے۔ کوئی چار ابرو کا صفایا رکھتا ہے۔ کوئی تمام بال قایم رکھتا ہے۔ کوئی خاک لپیٹے
ہے اور کوئی ننگے پیر پھرتا ہے۔ کوئی کھڑاؤن پر سوار ہے۔ کوئی پیشانی پر لمبا چوڑا
تلک لگاتا ہے۔ کوئی کنٹھی اور مالا اور تسبیح رکھکر سادھو اور زاہد بنتا ہے۔ کوئی بدن میں
بھبوت ملے پھرتا ہے۔ کوئی رنگ برنگی گودڑی بغل مین دبائے گھومتا ہے۔ غرضکہ دو چار

ملہ بہاولپور کے علاقہ مین اکثر مسلمانون کا یہ دستور ہے کہ وہ باہر کے پہننے کے لیئے جو پوشاک
گھر مین رکھتے ہین اُسکے ساتھ ایک ایک تسبیح بھی رکھتے ہین۔ چنانچہ جب وہ کسی سے ملنے کو جاتے ہین تو اپنے کو
نہایت نیک اور پاک بنانیکی غرض سے جب پوشاک پہنکر باہر جاتے ہین تو اُس کے ساتھ ہی کھونٹی سے اُتار کر تسبیح کو بھی ہاتھ مین
لے لیتے ہین "

نہیں - دس بیس نہیں - ہزارون اِسی قسم کے سوانگون کو لوگ اپنے تئیں دیندار اور دہا
اور نیک اور سادہو اور بھگت ٹھہرانے کا ذریعہ سمجھتے ہین -

لیکن یہ فہرست صرف یہین تک ختم نہین ہوتی - ہر ملت اور مذہب کے لوگون مین خواہ وہ لوگ کیسے ہی مہذب کیون نہون اُنکے اپنے اپنے طریق اور ڈہنگ کے موافق بہت سے ظاہری اسباب ایسے مُروّج ہوجاتے ہین کہ اُن کی پابندی یا عدم پابندی لوگون کو اُس سوسائیٹی مین نیک یا بد کا خطاب عطا کرتی ہے - بعض کی پابندی سے وہ بڑے بہاری دیندار اور زاہد اور اولیا سمجھے جاتے ہین اور بعض کے چھوڑنے سے برعکس خطاب سے مخاطب کیئے جاتے ہین -

اَب سوال یہ ہے کہ اِس ظاہر پرستی کی اصلیت کیا ہے ؟ اوّل یہ کہ اِس قسم کے لوگون مین سے بہت سے ایسے ہوتے ہین کہ جو دل سے تو صادق ہوتے ہین مگر گیان کے نہونے سے یا یون کہو کہ حقیقت کے نہ سمجھنے سے محض ظاہری علامتون ہی کے ساتھ اپنی ساری زندگی بسر کر دیتے ہین اور گو اپنے ہم خیال لوگون مین بڑے سادہو اور بڑے بھگت ہی پکارے جاتے ہین مگر درحقیقت اگر اُن کے کُل چال چلن اور زندگی کے برتاؤ کی تحقیقات کیجائے تو صاف معلوم ہوسکتا ہے کہ سچے خداپرستون اور دیندارون کی زندگی سے اُنکی زندگی کہین پیچھے پڑی ہے - دوم بہت سے لوگ اِنہین ایسے ہی ہوتے ہین کہ جو باوجود اِن ظاہری علامات مین بہت کچھ سرگرم نظر آنے کے حقیقت مین صدق دل سے اُس کے پیرو نہین ہوتے ہین - اور بدنصیبی سے اکثر اوقات اِن لوگونکی تعداد ہر ایک ملت اور مذہب کے لوگون مین زیادہ ہوتی ہے - ہندوؤنکے کسی مندر مین جا کر کسی رت جگے کو دیکھو یا بیشنو لوگونکے کسی ایسے مجمع مین جاؤ جہان وہ ایشر کا بھجن اور کیرتن کرتے ہون - دیکھو گے کہ وہان اُن مین ایک عجیب جوش اور سرگرمی کا اظہار ہورہا ہے

کیسے کیسے چلا چلا کر وہ بھجن گاتے ہین۔ کس زور شور کے ساتھ جھانجھ اور گھڑتال بجاتے ہین کوئی اُچھلتا ہے۔ کوئی سر کو ہلاتا ہے۔ کسی کے آنسو جاری ہین۔ باوجودیکہ گلا تھک گیا ہے اور تھک کر بیٹھ بھی گیا ہے مگر بھجن مین ہر ایک برابر ساتھ دیئے جاتا ہے غرضیکہ اسوقت جس جوش اور ولولہ کے ساتھ اُنکی طرف سے خدا کی محبت کا اظہار کیا جاتا ہے اگر اُسی کو ہم مدنظر رکھکر اُنکی زیست کا قیاس کرین تو پھر فرشتون اور اولیاؤن اور مہاتماؤن وغیرہ کی پاکیزگی اور عشق الٰہی کی جو روایتین ہم سُنتے چلے آئے ہین وہ اُنکے مقابل ہین کسی درجہ ادنیٰ اور ناچیز معلوم ہوتی ہین۔

بات یہ ہے کہ اکثر اِن لوگون کا یہ جوش اور ولولہ اصلی نہین ہوتا۔ یعنی اس کا اخراج اُن سچی روحانی قوتون سے نہین ہوتا جو محبت خالق اور محبت مخلوق کے لیئے انسان کی سرشت مین پیدا کی گئی ہین۔ یہ ایک ایسا ولولہ ہوتا ہے کہ جو جسمانی عصاب کے جوش مین آنے سے پیدا ہوجاتا ہے۔ یا یون کہو کہ یہ کل ظاہری جوش اور ولولہ بجز طبیعت کے سرسری اظہار کے اُن اندرونی قوتون کو متاثر نہین کرتا جو محبت الٰہی یا بھگتی کے سرچشمہ ہین اس قسم کے بھگت مثل اُس پنجابی عورت کے ہین جسکو قریباً روزمرہ اپنی برادری کی عورتون کے ساتھ سیاپے مین شامل ہوتے ہوتے ایک قسم کی ایسی عادت پڑجاتی ہے کہ باوجودیکہ کسی ایسے گھر مین بھی سیاپے کو جاتی ہے جہانکہ اُس گھر کا کوئی نہایت ہی عزیز اور جان سے پیارا اِس دُنیا سے کوچ کر گیا ہے۔ اور جسکے غم و الم مین اُس کے گھر والون کا کلیجہ پھٹ رہا ہے مگر تاہم باوصف اس کے وہ بھی مثل اُس گھر کی عورتون کے آنسو بہاتی ہے اور اُنکے ساتھ کھڑے ہو کر پیٹتی ہے۔ الا اصلی دل اُس کا اُسی طرح رنج اور غم سے خالی ہے جس طرح وہان پہنچنے سے پہلے تھا۔ گویا ایسے بھگتون کا عشق الٰہی مین خوب مگن ہوجانا یا بھگتی کے اظہار مین آنسو بہانا اور رونے کے ساتھ مجمع عام مین بھجن اور کیرتن کرنا ہمیشہ کچھ

اِس امر کی تصدیق نہین ہے کہ فی الواقع اُن کا دل بھی بھگتی سے متاثر ہے گو بعض صورتون مین نہ یہ صرف ممکن ہی ہے بلکہ اندرونی محبت الٰہی کے ساتھ دل بیقرار ہونے پر انسان سے بے اختیار وہ بیرونی علامات بھی وقوع مین آجاتی ہین جنکا اوپر ذکر ہوا ہے۔ مگر یہ شاذ و نادر ہوتا ہے۔ سوائے اِس کے سچی بھگتی کی یہ بھی ایک بڑی پہچان ہے کہ جس کا دل فی الواقع ایشور کی بھگتی سے متاثر ہوتا ہے اُس کے روزمرہ کے افعال مین بھی راستی اور دیانتداری۔ ہمدردی اور انصاف پسندی روز افزون نمایان ہوتی جاتی ہے۔ وہ خود غرضی کے خیال سے نہین رہتا ہے۔ اُس کے لیے راستی کو پیار کرنا۔ راستی کو ڈھونڈنا۔ راستی اور انصاف کے موافق عملدرآمد کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔ لوگونکی تعریف اور تحسین حاصل کرنے کا خیال نہین رہتا ہے۔ جب دنیوی بادشاہ کا مطیع ہو کر ایک سپاہی اپنے آقا کی فرمانبرداری مین جنگ کے وقت سیکڑون کے سر بدن سے جدا کرنے مین دریغ نہین کرتا ہے تو افسوس کا مقام ہے کہ جو شخص اُس سچے بادشاہ کا مطیع ہو جس کے دنیا کے کل بادشاہ دربان ہونے کے بھی قابل نہین ہین وہ بھلا کب اِس دھرم کے جنگ مین راستی سے منہ موڑ سکتا ہے اور کیونکر اپنے دل سے مالک حقیقی کے اِس پاک حکم کو کہ "راستی موجب رضائے خداست" ایک لمحہ کے لیے بھی بھلا سکتا ہے

پس ظاہر ہے کہ جہان صرف ظاہر کی آنکھین بند ہین اور دل مین وہی نقشہ جما ہوا ہے جس سے ظاہری نظر کو روکا گیا ہے یا جہان دل خدا کی محبت سے متاثر ہو کر مگن نہین ہوتا بلکہ صرف سر گھما کر اور آواز بنا کر اُس کا اظہار کیا جاتا ہے یا جہان دل بھگتی کے جوش اور پریم کے ولولہ مین تر نہین ہوتا اور صرف اعصابی جوش کے پیدا ہونے سے آنسو جاری ہو جاتے ہین وہان بھگتی کہان ہے جیسے وہ گیان جو عمل کی صورت نہین اختیار کرتا ہے

اور فقط اَوَر ون کو سُنانے کے لیئے ہے خُشک گیان کہلاتا ہے ویسے ہی وہ بھگتی جس کا اخلاقی اور روحانی قوتون سے کُچھ تعلُّق نہین ہے اور جو دل پر ہتا شر ہونے کے لیئے نہین ہے اور جس کا انسان کی رُوحانی نیچر مین مسکن نہین ہے ظاہری یا بگلا بھگتی کہلاتی ہے اُس سے انسان آنسو بہا کر صرف آنکھونکو تر کر سکتا ہے مگر دل کو تر نہین کر سکتا ہے اُسکی سختی اور کہٹور تا اُسی وقت نکل سکتی ہے جبکہ دِل سے اُس کا وجود وقوع مین آوے۔ اُسکی ذات سے دیانت داری۔ راستبازی۔ انصاف پسندی۔ محبت اور ہمدردی وغیرہ انسانی صفاتِ حسنہ کے پہُول پہل اُسیوقت برآمد ہو سکتے ہین جبکہ اُسکے درخت کی جڑ سچے گیان کی کُدالی سے کھود کر قلب کی تہ مین قائم کی گئی ہو مگر افسوس! یہ دُنیا جس طرح سے ایک طرف خُشک گیانیون کے مجمع سے بھری بڑی ہے اُسی طرح دوسری طرف وہ ظاہری یا بگلا بھگتون کے ججُوم سے بہی پُر ہے۔

مبارک ہین وہ لوگ جو گیان اور بھگتی کی ماہیت کو سمجھتے ہین اور اپنے تئین دونون کی اصلی صفت کے ساتھ موصوف کرنے مین کوشش کرتے ہین فقط

گُناہ اور اُس سے مُکتی

کوئی شخص خواہ کسی مذہب یا ملّت کا ہو ایسا نہ پاؤگے جو گناہ کے نام سے گوش آشنا نہ ہو سوسائی۔ عیسائی۔ مسلمان اور ہندو کسی نہ کسی صورت سے سب ہی اِسکے قائل ہین اِلّا پہر بہی اِس کی اصل ماہیت سے بہُت تہوڑے ہی لوگ واقفیت رکہتے ہین۔ جہانتک عموماً لوگ گناہ کو ایک قسم کا مرض روحانی اور روح کی تکلیف اور عذابون کی بُنیاد خیال کرتے ہین ہم بہی قائل ہین مگر گناہ کی اصلیت اور اُس مین مُرتکب ہونے اور نیز اُس سے آزادی حاصل کرنے کے بارے مین جو لوگون کے مُختلف خیالات دیکہے جاتے ہین اُنکے لحاظ سے ایک صحیح نتیجہ حاصل کرنے کے لیئے ہم مناسب سمجہتے ہین کہ یہان اِسپر کُچہ بحث کرین اور نیز دہرم شاستر کے اُن حوالون کو بہی پیش کرین جو ہماری بحث کے ہویدا ہون۔

ہر ایک عام عقل اور متوسط سمجہ والا انسان غور کرنے سے معلوم کرسکتا ہے کہ انسان کو جو دیگر حیوانات سے مُشرّف کہا جاتا ہے وہ محض اِس دلیل سے کہ وہ ایک خاص صفت آزادی کی ایسی رکہتا ہے کہ جو اُنکو حاصل نہین ہے۔ گویا انسان اپنی اس آزادی کے اعتبار سے ایک حد مُعیّن تک فعل مُختار پیدا کیا گیا ہے اور اِسلیئے وہ مانند اَور جانورن کے قوتِ ادراک یا عقلیہ مین محدود اور مجبور نہین ہے۔ پس جس درجہ تک یہ فعل مُختار پیدا کیا گیا ہے اُس درجہ تک یہ اپنی تمیز اور ارادہ کے لحاظ سے اپنے نفع اور نقصان کا آپ باعث ہوتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ بندر ہر ایک موسم کے لحاظ سے خواہ گرمی ہو یا سردی بجز درخت اور اُس کی ڈالی اور پتّون کے اپنی حفاظت کا اَور کوئی

سامان نہین رکھتا ہے کیونکہ وہ خود کو قوت مدرکہ سے مختار اور اپنے ارادہ پر قادر نہین پاتا۔ پس انسان جو آزادی جیسی نعمت سے مالامال کیا گیا ہے۔ اُس کی وسعت کے لحاظ سے نہ صرف تمیزدار اور اپنے ارادہ پر قادر یا فعل مختار پیدا کیا گیا ہے بلکہ آزادی کے لحاظ سے اپنے افعال اور اُنکے مُفید اور مضر نتیجون کا جواب دہ یا ذمہ دار سمجھا گیا ہے چنانچہ جو نتایج اس سے وہ کام سرزد ہوتے ہین جو اُس کی صفت انسانیت کو زیادہ کرتے ہین اور روحانی ترقی کے موجب ہوتے ہین وہ نیک اور جو برعکس صورتمین صفت انسانیت کو ضائع کرتے ہین اور تنزُّل روحانی کے باعث ہوتے ہین وہ بد کہلاتے ہین کہ جنکو دوسرے لفظونمین ثواب اور گناہ کہتے ہین۔ ہماری رائے مین اس بیان سے جو بالکل سیدھا اور صاف ہے بخوبی ظاہر ہے کہ گناہ فی نفسہ کوئی مُثبت چیز نہین ہے۔ بلکہ عدم پاکیزگی کا نام گناہ ہے۔ اور کیا نیک یا بد کُل افعال کا مخرج انسانی ارادہ ہے۔ پوچھو کسی گنہگار سے کہ تیری ناپاکی کی کیا وجہ ہے اور اگر وہ صادق ہے تو فوراً یہ جواب دیگا کہ وہ اپنی اس خرابی کا آپ موجب ہے اور اپنی اس بیوقوفی کا بجز اسکے اور کچھہ جواب نہین دیسکتا کہ اُسنے خود اپنے آپ کو ناپاک بنانا پسند کیا۔ کچھ شک نہین کہ بعض اس موقع پر یہ اعتراض کرینگے کہ اکثر حیوانی جذبات انسان کی طبیعت مین ایسے ہوتے ہین کہ وہ موقع پاکر خود ہی اُس کو بدی کی طرف لے جاتے ہین اور انسان بحالت مجبوری مرتکب گناہ کا ہوتا ہے مگر یہ اعتراض محض بے بُنیاد ہے کیونکہ اس صورت مین پھر انسان اپنے افعال کا آپ جوابدہ نہین رہتا بلکہ اُس سے بری ہو جاتا ہے حالانکہ وہ اپنے ارادہ مین مجبور نہین۔ جس طور پر ہم اکثر ایسے سامان موجود پاتے ہین جو ہمارے حیوانی جذبات کو اپنی طرف کشش کرکے خرابی کی طرف لے جانے کی تحریک کرتے ہین اُسیطور پر ہم وہ سامان اور وسائل بھی موجود پاتے ہین جو ہمکو نیکی کیطرف لے جانے کے لیئے

ترغیب دیتے ہین۔ اگر بغض۔ عزور اور خود غرضی بدی کیطرف راغب کرتے ہین تو مدمقابل
ہین الفت۔ محبت۔ رحم اور ہمدردی وغیرہ اخلاقی وسائل ہمکو نیکی کی راہ پر لیجانے
کو رہنما ہوتے ہین پس یہ ہماری مرضی پر موقوف ہے کہ جسطرف چاہین جہک جائین اور
جسکو پسند کرین اُس کیطرف راغب ہوجائین۔ مانند مدعی اور مدعا علیہ کے دونون طرف
سے ہر قسم کی ترغیبات اپنا اپنا ثبوتِ دعوی پیش کرتی ہین مگر اخیر حکم یا فیصلہ اُن کا
محض انسان کی مرضی پر موقوف ہوتاہے۔ کسی قسم کے گناہ کا انسان اُسوقت تک
ہرگز ہرگز مرتکب نہین ہوتا جب تک کہ وہ اُسکے کرنیکا ارادہ نہین کرتا اور یہ کہنا محض
نادانی ہے کہ نفسانی خواہشین خود بخود بلا اُس کی مرضی کے جبراً اُسکو گناہ مین مرتکب
ہونیکو مجبور کرتی ہین۔ ہان! ہم اس امر کو بھی تسلیم کرتے ہین کہ عادت کے اعتبار سے
نفسانی خواہشین بہت کچھ زور پکڑ جاتی ہین حتی کہ بعض اوقات بظاہر یہی معلوم
ہوتاہے کہ وہ خود ہی انسان کو بدفعلی کرنیکو مجبور کرتی ہین۔ مگر ہم پوچھتے ہین کہ کون
ہے جسنے اُنکو اسقدر شہ زور بنایا؟ اگر شہوتِ غضب اور لالچ وغیرہ بعض اوقات
بے روک اور غالب ہوجاتے ہین تو کون ہے جو اُنکو اس غلبہ کا موقع دیتا ہے؟ جواب
اس کا بجز اسکے اور کچھ نہین کہ گنہگار ہی خود اپنی مغلوبیت کا آپ باعث ہے اُسنے
خود جان بوجھ کر رفتہ رفتہ اُنکے شعلونکو ایسا بھڑکا دیاہے کہ اب اُس آگ کے بجھانے سے
خود کو مجبور پاتا ہے اور بجائے اسکے کہ وہ خود اپنی آزادی اور ارادہ کے لحاظ سے
غالب اور فتحیاب ہوتا مغلوب اور مفتوح بنجاتا ہے گو اس مین شک نہین کہ اُسکی
وہ مغلوبیت اُسی وقت تک ہے جبتک کہ وہ اپنے اُس ناپاک ارادہ مین وقتِ مناسب
پر حافظِ حقیقی کے قانون کے موافق ایسی ٹکر نہین کھاتا کہ جو اُس کی رفتار کو بالکل
پلٹ دیتی ہے اور جسوقت وہ صدقِ ارادت کے ساتھ بیڑیان کاٹنے کو خود مستعد

ہو جاتا ہے اور رحمتِ الٰہی کے ذریعہ سے پھر آزاد ہو جاتا ہے کیونکہ آزادی جیسی خداداد
نعمت کو کوئی انسان کیسا ہی گنہگار کیون نہو ہمیشہ کے لیئے بیچ نہین کرسکتا۔ چونکہ آزادی
اُس کی سرشت مین ہے بس مجبُراً سکے کہ وہ چند روز کے لیئے دُنیا کا بندہ اور گُناہ کا
غُلام ہو جاوے ممکن نہین کہ اَبدُالآباد کے لیئے اُسکو ہاتھ سے کھو سکے اور غارت کردے
ایسے بہت سے لوگ ہندو بھائی جو آزادی کی اصل ماہیت اور گُناہ کے حقیقی مخرج کو
نہ جانکر یہ خیال کرتے ہین کہ ہر قسم کے افعال خواہ نیک ہون یا بد جو کچھ انسان کرتا ہے
وہ پرمیشر ہی کی جانب سے ہوتے ہین بڑی بھاری غلطی مین مُبتلا ہین۔ اِس خیال سے
صرف یہی نہین کہ وہ حقیقتِ حال کی جہالت سے پرمیشر کی صفت انصاف اور رحم
کا خون کرتے ہین بلکہ شرتی سمرتی جنکے احکام کے وہ مُعتقد دیکھے جاتے ہین اُن کے لحاظ
سے بھی وہ روشنی کو چھوڑ تاریکی مین ٹھوکر کھاتے ہین چُنانچہ شرتی صاف کہتی ہے کہ

"धर्मावहंपापनुदंभगेशं" ३५ ।

یعنی۔ ایشور دہرم کا مبدا، اور گُناہ کا دافع اور قُدرت و جلال کا مالک ہے۔
پس یہ پرمیشر جو دہرم اور منگل کا مبدا ہے اُسکو گُناہ کا کرانیوالا سمجھنا محض جہالت اور کفر
مین داخل ہے۔ عجب نہین بعض لوگ اس موقع پر یہ اعتراض کرین کہ بھلا جب وہ ہر ایک
کا منگل چاہنے والا ہے اور گُناہ محض ہمارے ارادہ سے ہوتا ہے تو اُسنے جان بوجھکر ہمکو
ایسا کیون پیدا کیا اور کیون نہین ہمکو نیکی کے کرنے مین مجبور بنایا؟ مگر اِسکے جواب سے
تشفی حاصل کرنا چندان مشکل بات نہین ہے۔ جو لوگ آزادی کی حقیقت کو نہین جانتے
ہین وُہی ایسا اعتراض کرسکتے ہین۔ الا پیشتر اِسکے کہ وہ یہ اعتراض پیش کرین اُنکو آزادی
کی اصلیت معلوم کرلینا نہایت ضروری ہے۔ آزادی ٹھیک بضد قید یا مجبوری کے ہے
جہانتک جو جس امر کے لیئے مجبور ہے وہانتک ہی وہ آزادی کے مرتبہ سے دُور ہے

سورج اور چاند وغیرہ مادّی اشیا جس طور پر ایک معیّن قانونِ قدرت کی پابندی کیلئے مجبور دیکھے جاتے ہین اور ممکن نہین کہ جس قانون کے وہ پابند رکھے گئے ہین اُس سے سرِ مُو انحراف کرسکین اُسی طور پر اگر انسان بھی اپنے تمام افعال اور ارادہ مین مجبور کیا جاتا تو اس غیر مادّی یعنی روحانی شئے کو سورج اور چاند وغیرہ مادّی اشیاء سے کیا فرق حاصل ہوتا؟ کچھ شک نہین کہ بحالت مجبوری یہ بھی ہمیشہ مانند انہین کے ہوتا۔ پس یہ شرف جو آج اِس کو نہ صرف مادّی اشیاء سے بلکہ کُل حیوانات اور مخلوق سے حاصل ہے کیونکر حاصل ہوتا؟ مجبور محض بنانا انسان کو بالمعنی کنکر اور پتھر بنا دینا ہے۔ جب کنکر پتھر بن گیا پھر روحانیت اور انسانیت کہاں؟ اور کیونکر اشرف المخلوقات کے لفظ کا وہ مصداق ٹھہر سکتا ہے؟ کُل شرف انسان کا روح کی آزادی پر ہی مبنی ہے اور درحقیقت اسی سے اِسکی فضیلت ہے۔ پس آزادی کی حالت مین ممکن نہین کہ انسان اپنے ارادہ مین مجبور ہو سکے۔ گو اِس موقع پر یہ تسلیم کرنے سے اِنکار نہین ہو سکتا کہ یہ آزادی انسان کی لامحدود یا بدرجۂ اکمل نہین۔ کیونکہ اِنسان بالذات ہی نامکمل ہے۔ اکمل ہونا اِس کا کسی طور پر ممکن نہین کیونکہ جو اکمل ہے وہ قادرِ مطلق ہے اور وہ خالق ہے۔ پس انسان جو مخلوق ہے وہ قادرِ مطلق ہو نہین سکتا اور جب قادرِ مطلق نہوا تو پھر اکمل ہونا لازم نہ آیا پس محدود ہو گیا۔ اِلّا جس طور پر ایک باڑے کے اندر بند کرکے ایک جانور کو آزاد چھوڑ دینے سے اُس باڑے کے اندر اندر وہ حرکت کرنیکی پوری آزادی رکھتا ہے اِسی طور پر انسان بھی اپنی ذات مین جس درجہ تک آزاد پیدا کیا گیا ہے اُس درجہ تک اپنی آزادی کے لحاظ سے اپنے ارادہ پر قادر بھی رکھا گیا ہے اور اِسی وجہ سے اپنے نیک اور بد ارادہ کا ذمہ وار بھی سمجھا گیا ہے۔

ہم نے ابتک صرف اِسبات کے ثابت کرنے مین بحث کی ہے کہ گُناہ کیا چیز ہے اور وہ کیونکر

انسان سے سرزد ہوتا ہے اب ہم اسباب پر بحث کرنا چاہتے ہین کہ یہ گناہ ہر ایک گنہگار
کی روح پر کیا تاثیر رکھتا ہے۔ ہمنے اوپر ثابت کر دیا ہے کہ انسان ایک محدود دائرہ کے
اندر حسب ارادہ حرکت کرتا ہے چنانچہ یہ حرکت اُس کی دو حالتون سے خالی نہین ہوتی
یا حسب منشار اپنے خالق اور مُقنن حقیقی کے یا خلاف مرضی الٰہی۔ پس جو انسان برا یا اچھا
سمجھے (کیونکہ عقل اور ضمیر دو بڑے مشیر اول سے ہی انسان کو نیک و بد یا مُفید اور مُضر
کی تمیز ظاہر کرنے کے لیئے عطا کیئے گئے ہین) آزادی کے اختیار اور گھمنڈ مین جسقدر ایسی
حرکات کرتا ہے جو خلاف مرضی الٰہی یعنے قانونِ قُدرت ہوتی ہین وہ ضرور انسان پر بُرا اثر
کرتی ہین اِن اثرون کا براہ راست تعلق بعض اوقات صِرف انسان کے جسم سے ہوتا ہے
بعض اوقات روح سے اور بعض اوقات دونون سے۔ اب یہان اِسقدر سمجھہ لینا اور
بھی واجب ہے کہ جسم اور روح پر اِس اثر مذکورہ بالا سے ہماری کیا مُراد ہے؟ جسم مین
کسی ایسی حرکت سے جو خلاف قانونِ مادّی ہوتی ہے جو اثر پیدا ہوتا ہے اُس کا تعلّق
محض جسم کے مزاج یا اعتدال سے ہے۔ اور اِسی لیئے اعتدال مین فرق آجانے سے جسم
خراب ہوتا ہے اور اُس کی ترکیب اور حالت طبعی مین فتور پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اِسی
بے اعتدالی کو اطبّا دوسرے لفظون مین مرض جسمانی سے موسوم کرتے ہین۔ مرض سے
جو تکلیف جسمانی خیال کیجاتی ہے وہ درحقیقت جسم کو نہین ہوتی بلکہ بالمعنی روح کو ہوتی
ہے کیونکہ جسم جو یعنے مادّہ محض بے ادراک ہے۔ چنانچہ روح نہ صِرف اپنے خود جسم کی
بے اعتدالی سے تکلیف اُٹھاتی ہے بلکہ اَورون کی تکلیف سے بھی سب کو رنج اور ملال
پیدا ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جسم ایک مادہ بے ادراک ہونے سے کسی مرض یا بے اعتدالی
سے خود تکلیف نہین اُٹھاتا بلکہ اُس کی تکلیف بالمعنی روح کو ہی ہوتی ہے کیونکہ تمام
افعال خواہ نیک ہون یا بد روح سے سرزد ہوتے ہین اور اِسلیئے روح ہی اُنکی جزا

اور سزا حاصل کرلی ہے۔ کرم اندریون اور گیان اندریون کے ذریعہ سے بہی جو فعل ہوتے ہین انکی بہی فاعل روح ہے اور وہ اندریان روح کے زیر حکومت ہونے سے محض اوزار کی مانند کام دیتے ہین۔ اگر کوئی ہاتھ سے کسیکو پتھر مارے تو یہ ہاتھ کا قصور نہین بلکہ روح کا قصور ہے کیونکہ ہاتھ نے بحالت ایک شے مادّی اور بے ادراک محض ہوکر اوزار کا کام دیا۔ اصلاً کام لینے والی اُس کی روح ہے۔ پس جسقدر افعال خلاف قانون جسمانی اور روحانی انسان سے سرزد ہوتے ہین وہ کُل روح سے تعلّق رکھتے ہین اُن مین سے وہ جو جسم کی حالتِ اعتدال کے مُخل ہوتے ہین امراضِ جسمانی کی فہرست مین داخل ہین اور وہ جو بلا تعلّق جسم صرف روح کو مُضرّت پہنچاتے ہین وہ گُناہ کے لفظ سے موسوم ہوتے ہین۔ چنانچہ ہر ایک روح اپنے اپنے افعال نیک اور بد کے موافق ثواب اور گُناہ کی جزا اور سزا حاصل کرلی ہے۔ ذیل مین چند پران شاستر کے بہی درج ہوتے ہین۔

यादृशं वपते बीजं क्षेत्रमासाद्य कर्षकः

सुकृते दुष्कृते वापि तादृशं लभते फलं महा० अनुशा० ६।२२०।

معنی۔ کاشتکار جیسا تخم بوتا ہے ویسا ہی کاٹتا ہے۔ اِسلئے نیک کام کا نیک اور بد کا بد نتیجہ نظر آتا ہے (مہابہارت)

शुभेन कर्म्मणा सौख्यं दुःखं पापेन कर्म्मणा कृतं फलति स

र्वत्र नाकृतं भुज्यते क्वचित् ११ अनुशा। ६। ३०२।

معنی۔ نیک کام کرنے سے سُکھ اور بد کام کرنے سے دُکھ حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کیا جاتا ہے ویسا ہی اُس کا نتیجہ ملتا ہے جو کچہ کیا نہین جاتا اُس کا نتیجہ بہی کچھ نہین ہوتا ہے (مہابہارت کے انوشاشن پرب کے چھٹے ادہیاے کا تین سو ۲ شلوک)

कः केन हन्यते जन्तुर्जन्तुः कः केन रक्ष्यते हन्ति रक्षति
चैवात्मा ह्यसत्साधु समाचरन् इ० विष्णुपु० १।१८।२९।

معنی۔ کون کسکو غارت کرتا ہے۔ کون کسکی حفاظت کرتا ہے۔ روح خود ہی نیک یا بد افعال مین مرتکب ہونے سے اپنے تئین حفاظت یا غارت کرتی ہے۔

(وشنو پوران ۱-۱۸-۲۹)

ہمارے بیان اور نیز اشلوکون سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ روح باعتبار اپنی آزادی خود نیک یا بد فعل کی مرتکب ہوتی ہے اور اسلیئے اُس کا ہرایک فعل خواہ اُسکے فکر سے وابستہ ہو یا کلام اور ظاہری عمل سے اپنے نیک و بد ہونے کے لحاظ سے ضرور روح کی حالت پر تاثیر کرتا ہے۔ نیک افعال اُس کی فطرت کے موافق ہونے سے اُس کی ترقی اور بہلائی اور آرام کے باعث ہوتے ہین اور بد افعال اُس کی فطرت کے مخالف ہوسے ادل کے خلاف نتیجہ پیدا کرتے ہین۔ اَب ہم اپنے اخیر مطلب کیطرف رجوع کرتے ہین اور بتلاتے ہین کہ گُناہ کا کفارہ کیا ہے اور وہ کیونکر ہوتا ہے جس طور پر مرض جسمانی سے شفا حاصل کرنے کے لیئے خالق نے ہزارہا قسم کی ادویات پیدا کی ہین اور انسان کو حسب ضرورت اُسکے استعمال مین لانے کی اُسنے تمیز بخشی ہے۔ اسی طور پر کفارے رُوحانی کے لیئے اُسنے ہر ایک گُناہ کے لیئے ایک قسم کی تکلیف بہی پیدا کی ہے۔ ہان! ان دونون مین صرف اتنا فرق ضرور ہے کہ مرض جسمانی کے دفعیہ کے لیئے دوا کا استعمال کرنا یا نہ کرنا محض انسان کی مرضی پر منحصر ہے مگر روحانی کفارہ اس طور پر انسان کی مرضی پر منحصر نہین ہے وہ ہر ایک گُنہگار کو حسب قانون قدرت جلد یا بدیر خود بخود ہوتا ہے۔ دہار مک شخص کو جلد اور پاپی کو دیر مین ہوتا ہے۔ کچھ یہ بہی شرط نہین ہے کہ کل کفارہ روحانی اسی دُنیا مین ہو بلکہ حسب قانون قُدرت کبہی یہان اور کبہی پرلوک مین اور

کچھ کچھ دونو لوک مین ہوتا ہے۔

ہمارے شاستر کارون نے اگرچہ کفارہ اندرونی کو ہی اصلی کفارہ گردانا ہے مگر چونکہ اُنکے عہد مین دُنیاوی انتظام کے مُتعلق کُل قانونِ دیوانی کیا فوجداری کیا سیاست مُدنی کُتب دھرم شاستر سے ہی علاقہ رکھتے تھے اِسلیئے دھرم شاسترون مین کفارہ بیرونی بھی بہُت سے لکھے ہوئے ہین۔ مگر اندنون مین اُنمین سے اکثر کا مطلب تعزیرات ہند سے پورا ہو جاتا ہے اور جو چند باقی رہتے ہین وہ بلحاظ اِس کے کہ بیرونی کفارون سے اندرونی کفارہ کی نسبت کوئی قابلِ لحاظ فائدہ حاصل نہین ہوتا اور بغیر کفارہ اندرونی رُوح پاک نہین ہوتی قابلِ عملدرآمد نہین سمجھے جا سکتے چنانچہ شاستر خود اِس اصُول کی تائید کرتے ہین۔ سری مدبھاگوت مین لکھا ہے کہ جب راجہ پریچھت نے شکدیوجی سے پوچھا کہ۔

श्रदृष्टश्रुताभ्यांयत्पापंजानन्नप्यात्मनोःहितं।करो
तिभूयोविवशःप्रायश्चित्तमथोकथं॥क्वचिन्निवर्तते
भद्रात्क्वचिच्चरतितत्पुनः।प्रायश्चित्तमथोःपार्थं
मन्येकुञ्जरशौचवत् ३१ श्रीमद्भागवत ॥

معنی۔ جو لوگ راجاؤن کی دی ہوئی سزاؤن کو دیکھ اور نرک وغیرہ کی تکلیفون کو سُن اور گُناہون کو اپنے تئین مضر پاتے ہوئے بھی باربار گُناہ کرتے ہین اُنکے لئے کفارہ بیرونی سے کیا فائدہ ہے۔ کفارہ بیرونی کرنے کے بعد بھی کبھی تو اِنسان گُناہ سے باز رہتا ہے اور کبھی پھر کرنے لگتا ہے۔ پس اِس صورت مین کفارہ بیرونی یعنی پراشچت کو مثل ہاتھی کے غسل کے بیفائدہ یقین کرتا ہون کیونکہ ہاتھی غسل کرنے کے بعد پھر اپنے تئین خاک سے آلودہ کر لیتا ہے۔

اِسکے جواب مین شری شکدیوجی نے فرمایا کہ

कर्मणा कर्मनिर्हारो न ह्यात्यन्तिक इष्यते अविद्वदधि

कारित्वात् प्रायश्चित्तं विमर्शनम् प्रायश्चित्तानि चीर्णानि

नारायणपराङ्मुखम् नानेः पुनन्ति राजेन्द्र सुराकुम्भमिवापगाः

معنی- افعال بیرونی لیعنی چاندرائن وغیرہ پرائشچتون سے بدافعال کے گُناہ بالکُل دوُر نہین ہوسکتے کیونکہ اِس قسم کے کفارے بیرونی جاہلون کے لیئے ہین- اصل کفارہ بیچار سے ہوتاہے ۲- جو شخص ایشُر سے بمکھہ (دہریہ) ہے وہ چاہے کسی قدر کفارہ بیرونی کیون نہ کرے مگر پاک نہین ہوتا جیسے اے راجہ! شراب کا گھڑا گنگا جل وغیرہ سے بھی پاک نہین ہوتا-

ہمارے بیان اور ان اقوال سے صاف ثابت ہے کہ بغیر کفارۂ اندرونی کے دِل صاف نہین ہوتا اور نہ روح گُناہ سے آزادی حاصل کرتی ہے پس اب ہم آخر مین کفارۂ اندرونی کا بیان کرتے ہین کہ جو بغیر اِسکے کہ انسان جس ارادے سے گُناہ کیطرف رجوع ہوتا ہے اُسی ارادہ کے ساتھ اپنے تئین آیندہ گُناہ سے محفوظ رکھنے کے لیئے صدقِ دل سے توبہ کرے اور پرمیشر کی بھگتی اور دھرم کا سادھن اختیار کرکے حاصل نہین ہوتا- دھرم کا سادھن ہی انسان کے لیئے اصلی تپ ہے تپ کے وسیلہ سے رفتہ رفتہ انسان اپنے گُناہون کو جلا کر خاک کرتا ہے- چنانچہ شری شکدیوجی نے بھی اِس اندرونی کفارہ کے بارہ مین جو کچھ راجہ پرکچھت سے کہا ہے وہ ذیل مین درج ہوتا ہے-

नाश्नतः पथ्यमेवान्नं व्याधयोऽभिभवन्ति हि एवं नियमकृद्रा

जन् शनैः क्षेमाय कल्पते तपसा ब्रह्मचर्येण शमेन च दमेन च ।

[illegible]गेनतनयशौचाभ्यां यमेन नियमेन च । देहवाकबुद्धिजं धी
[illegible]क्षिपन्त्यहं महदपि वेणुगुल्ममि
वानलः । केवलेनकस्य [illegible] ब्रह्मपरायणाः [illegible]
[illegible] नीहारमिव भास्करः ॥

معنی - پرہیز سے کھانے والے کو جس طرح بیماری نہیں مغلوب کر سکتی اسی طرح اُن دہرم) کے مقررہ طریق پر چلنے سے رفتہ رفتہ انسان بہلائی یا نیکی حاصل کرتا ہے تپ، برہمچریہ، من اور اندریون کو روکنا، ترک، صداقت، پاکیزگی، کسی جاندار کو ہلاک نہ کرنا اور پاٹھ وغیرہ کرنا ان سب عملون سے شردہا والے اور دہرم کے جاننے والے متحمّل اشخاص کُل ایسے گُنا ہونکو جو جسم یا زبان یا عقل سے ہوتے ہین اسی طرح دفع کرتے ہین جس طور پر آگ اپنی حرارت سے بانس کی گانٹھ کو جلا کر خاک کرتی ہے جو لوگ صرف پرمیشر کو ہی مانتے ہین وہ صرف اُس کی بہگتی سے ہی تمام گُنا ہون کو دفع کرتے ہین جیسے آفتاب کو ہاسہ کو رفع کرتا ہے۔

[illegible]त्वेनुरुषः कृत्वा कल्याणमभिपद्यते ।
मुच्यते सर्वपापेभ्यो महाभ्रेणेव चन्द्रमाः ॥

महाभारत । वन । २०६ । [illegible] ।

معنی - جو شخص گُناہ کے کرنے کے بعد کلیان یعنی نیک افعال کی پیروی کرتا ہے وہ بادل سے چُھپے چاند کیطرح پہر گزشتہ گنا ہون سے آزاد ہو جاتا ہے۔

(مہابہارت - بن - ۲۰۶ - ۱۳۷۵۴)

यथादित्यः समुद्यन्वै तमः सर्वं व्यपोहति । एवं कल्याणमातिष्ठन्सर्वपापैः प्रमुच्यते ॥ महाभारत । वन २०६ । १३ । ५७ ।

معنی - آفتاب کے نکلنے سے جس طرح تاریکی رفع ہو جاتی ہے اُسیطرح نیک افعال کرنے سے گناہ رفع ہو جاتے ہین۔

(مہابہارت - بن - ۲۰۶ - ۱۳/۵۷)

तैस्तान्यधानि पूयन्ते तपोदानव्रतादिभिः । नाधर्मजं तद्धृदयं तदपीशाङ्घ्रिसेवया ॥ भा० । ६ । २ । १७ ।

معنی - سادہک یعنی عامل لوگ ریاضت خیرات اور برت وغیرہ سے بُرے افعال کو پاک کر سکتے ہین - مگر گنہگار دلکو پاک نہین کر سکتے وہ صرف ایشر کے ہی چرنون کی سیوا سے پاک ہوتا ہے۔ (بہاگوت ۶-۲-۱۷)

اوپر کے بیان سے ظاہر ہے کہ انسان کی روح جو گناہون کی تاثیر سے اپنی فطرت مین بگڑ جاتی ہے پرماتما کی بھکتی اور نیک افعال سے پھر آخرکار روبہ صحت ہو کر اُنسے نجات پا جاتی ہے اور دھرم جیون مین ترقی کرتی ہے۔

جو لوگ گناہ اور روح انسانی کے ساتھ اُسکے سچے تعلق کو نہین سمجھتے وہ اُس سے مُکتی کی غرض سے سیکڑون اقسام کی توہمات مین مُبتلا دیکھے جاتے ہین۔ کوئی کسی مخصوص مقام یا تیرتھ مین مرنے سے یا مخصوص دریا کے نہانے سے پاپ کا کفارہ خیال کرتے ہین۔ کوئی کسی مخصوص انسان یا اوتار پر ایمان لانے اور کوئی کسی مخصوص ہادی یا پیغمبر کی سفارش سے گناہون سے نجات پانے کی توقع رکھتے ہین اور وہ بھی عموماً اِس دُنیا مین نہین بلکہ مرنے کے بعد پرلوک یا دوسری دُنیا مین

ایسے عقیدے اُنہیں عقیدوں کے ہمپلہ ہیں کہ جنکے لحاظ سے بہت سے لوگ گنڈے یا تعویذ وغیرہ سے جسمانی امراض کا دُور ہوجانا یا بوٹی کی مدد سے تانبے کا سونا اور پارے سے چاندی کا بن جانا یقین کرتے ہیں۔

گُناہ کی جڑ انسان کی خودی میں ہے۔ خود غرضی کا بندہ ہوکر ہی انسان ہر قسم کے بُرے کاموں کا کہ جو مرضی الٰہی کے خلاف ہوتے ہیں مُرتکب ہوتا ہے۔ پس تا وقتیکہ وہ اپنیت یا خودی کو چھوڑکر اپنے تئین خُدا کی مرضی کے آگے تصدّق نہ کردے تب تک گُناہ کی جڑ کٹ نہیں سکتی۔ اور یہ قُربانی اُسوقت تک عمل میں نہیں آسکتی جبتک کہ خُدا کے ساتھ خالص بھکتی (اب بیبھچاری بھکتی) نہو۔ پریم میں ہی ایسی تاثیر دیکھی ہے کہ وہ جب پیدا ہوتا ہے تو عاشق کو اُسوقت تک قرار نہیں دیتا جبتک کہ پیارے یا معشوق کے ساتھ پورا پورا میل نہ کرادے۔ پس معشوق حقیقی کیطرف جسقدر پریم زیادہ ہوتا ہے اُسی قدر ہماری خودی کم ہوتی ہے اور ہم خود اپنی خوشی سے اپنی خودی کو اُس کی مرضی کے مُقابل قربان کرنا شروع کرتے ہیں اور اِس میں ہمکو سچی آزادی اور راحت کا مزہ ملتا ہے۔ خلاف صورتین ہرگز نہیں۔ ہم عشق کے جوش میں اپنے آپکو معشوق کی خوشی میں پورا پورا قُربان کرنا چاہتے ہیں اور چین نہیں پاتے اگر ذرا سبھی اپنی کسی نفسانی خواہش میں آکر اُسکی مرضی کے خلاف ہوجائیں۔ پس جس درجہ ہم اُس سے پریم کرتے ہیں اُسی درجہ ہم اُس کی نزدیکی کے طالب ہوتے ہیں اور جسقدر نزدیک ہوتے ہیں اُسی قدر اپنی آرزو میں اُس کی اُس برکت کو پاتے ہیں کہ جس کا نام پاکیزگی ہے۔ اور پھر جس قدر پاک ہوتے ہیں اُسی قدر اُسکے اُور بھی نزدیک ہونے کے قابل ہوتے ہیں۔ غرضکہ یہ سلسلہ چلا جاتا ہے اور آخرکار ہمکو سوہ اور کل پاپوں سے مُکتی دیکر اُس کی مرضی کے ساتھ ہماری مرضی کو ایک کردیتا ہے۔ ہماری خودی

غارت ہو جاتی ہے اور ہم اپنی مرضی مین پھر ایک اُسی کی مرضی کے مطیع ہو جاتے ہین یہ اطاعت کچھ جبراً نہین ہوتی بلکہ طبعی ہو جاتی ہے۔ اِس حقیقی روحانی میل (جوگ) مین **اطاعت** اور **آزادی** دونون ایک ہو جاتے ہین اور اِس طور پر نہ صرف گناہون سے اِسی دُنیا مین مُکتی حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ انسان ایک ایسی نئی زندگی یا نیا جنم پاتا ہے کہ جس سے حیوانیت سے نکلکر وہ اپنی خوبی اور صفات مین بالکل دیوتا یا فرشتہ ہو جاتا ہے اور جو زندگی پھر آخر بدلکر روح مین ایک اَور نئی زندگی پیدا کرتی ہے کہ جس مین پہلے کی نسبت بھی خوبیان بڑھ جاتی ہین اور علیٰ ہٰذا القیاس یہ سلسلہ روحانی ترقی یا نئی زندگی کا ابدالآباد تک جاری رہتا ہے اور پریم کی برکت سے منقطع نہین ہوتا۔

اِس حقیقی پریم کے ذریعہ روح کو خدا کے ساتھ ملا کر مُکتی اور دھرم جیون دینے کیلئے اور ابدالآباد تک روح کو اُن خوبیون بڑھنے کے لیئے کہ جنکا سلسلہ ترقی کبھی بند نہین ہوتا۔ پرماتما دھرم ظاہر ہوا ہے۔ اِسی حقیقی پریم اور آزادی کی بادشاہت قائم کرنا اِس کا منشا ہے۔ مبارک ہین وہ لوگ کہ جو تنگ خیالی۔ تعصب۔ ہٹ دھرمی اور شبہات سے رہائی پاکر اِس نعمت اور برکت کی قدر کرتے ہین اور اُس سے اپنی زندگی کے مقصد کو حاصل کرتے ہین۔

روحانی پوجا

دُنیا میں قریباً جتنے مذہب مشہور سُنے جاتے ہیں اُن سب میں کسی نہ کسی ڈھنگ پر عبادتِ الٰہی کا طریق پایا جاتا ہے۔ کیا یہودی کیا مُسلمان کیا عیسائی کیا پارسی سب عبادتِ الٰہی کے قائل ہیں۔ مگر ساتھ ہی اُنکو اگر اُنسے پوچھا جاتا ہے کہ بھائی تم یہ عبادت کیوں کرتے ہیں۔ اِس کا حاصل کیا؟ تو عموماً یہی جواب دیا جاتا ہے کہ یہ اُس ربّ العالمین کا حکم ہے کہ جسکے ہم سب بندے ہیں۔ پس اُس کا حکم بجالانا ہمپر فرض ہے۔ اگر ہم بندے ہوکر اپنے مالک کے حکم کی تعمیل نہ کریں تو گنہگار رہ جائیں اور مرنیکے بعد قیامت کے دن سزا کے مُستحق ہوکر دوزخ میں ڈالے جائیں۔ برخلاف اِس کے اگر ہم اُس کے حکم کو بجالائینگے تو وہ ہمپر خوش ہوگا اور انصاف والے دن ہمکو بہشت نصیب کریگا۔ گویا اِن لوگوں کے نزدیک عبادتِ الٰہی حکمِ خدا ہے اور جو ڈھنگ اور الفاظ اُسکے پورا کرنے کے لیے اُنکے گرو یا پیغمبر نے مقرر کردیا ہے اُسکے موافق وہ دن میں ایک دفعہ یا تین دفعہ یا پانچ دفعہ اُسے ادا کردیتے ہیں اور بصورت اِس حکم کی تعمیل کرلینے کے وہ بہشت یا بیکنٹھ میں اُسکے انعام کے متوقع رہتے ہیں اور عدمِ تعمیل کی حالت میں دوزخ میں پڑنے کا خوف رکھتے ہیں۔

اِس بیان سے یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ عبادتِ الٰہی کا واسطہ اپنی روح سے اِسقدر یقین کرتے ہیں کہ دوسری دُنیا میں اُسکے سبب سے بہشت نصیب ہوگا۔ خود اِس دُنیا میں پھر ایسی عبادت کیوقت اُسکے نتیجہ کا کوئی مخصوص اور [illegible] واسطہ نہیں سمجھتے ہیں۔ اِس وجہ سے اُنہیں کبھی اِس بات کے سوچنے کا بھی موقع نہیں ملتا ہے

کہ عبادتِ الٰہی فی نفسہٖ کیا چیز ہے؟ کیا درحقیقت وہ کوئی ٹیکس ہے کہ جس کا وقت پر جبراً و قہراً ادا کرنا جیل سے (مُراد دوزخ سے ہے) بچنے کے لئے ضروری سمجھا گیا ہے؟ یا واقعی وہ کوئی ایسی چیز ہے کہ جس سے ہماری روحانی زندگی کا کوئی بدیہی بڑا بھاری واسطہ ہے؟

براہمہ دھرم یعنی حقانی دین اِس پچھلی بات کی تائید کرتا ہے۔ اِس کی ہدایت کے موافق عبادتِ الٰہی کا ہماری روحانی زندگی سے فی الفور کا واسطہ ہے اور اُس کے نتیجہ کا حصول کسی دُوسری دُنیا کا محتاج نہیں ہے بلکہ ہر ایک سچی عبادت اُسیوقت اپنا نتیجہ بخشتی ہے مثل کسی ٹیکس کے یہ جبراً و قہراً ادا کرنے کی چیز نہیں ہے بلکہ زندگی کی چیز ہے۔ یہ وہ طریق ہے کہ جس کی بُنیاد روح کی نیچر مین ہے۔ یہ وہ ذریعہ ہے کہ جس سے روح اپنی زندگی کے لئے غذا حاصل کرتی ہے۔ کون انسان ہے جو روحانی غذا کا محتاج نہین؟ جیسے وہ جسمانی غذا کا محتاج پیدا کیا گیا ہے ویسے ہی وہ روحانی غذا کا بھی محتاج ہے۔ ہر ایک انسان جو اپنی روح کی حالت سے غافل نہین ہے اور اُس کی ضرورتون اور خواہشون کو جانتا ہے وہ خوب سمجھتا ہے کہ وہ بالطبع اپنے لئے روحانی غذا کے محتاج ہونے کا اظہار کرتی رہتی ہے۔ کتنی دفعہ ہم اپنے اُن افعال کے لئے دِل دِل مین نادم اور رنجیدہ نہین ہوئے ہین کہ جنکے باعث اپنے لواحقون یا دوسرون کو ہماری ذات سے نقصان پُہنچا ہے؟ کتنی دفعہ ہمارے کانشنس نے ہمکو ہماری ناپاک زندگی کے لئے ہمکو ملامت نہین کی ہے؟ کتنی دفعہ ہمارے روزمرہ کے گناہون نے حسب موقع پاک زندگی کی خواہش کو نہین اُبھارا ہے؟ کتنی دفعہ ہمنے سخت مصیبتون مین پڑ پڑ کر دُنیا کی بے ثباتی کا امتحان نہین کیا ہے؟ کتنی دفعہ ہم نے اِس دُنیا کی بے ثباتی سے نا اُمید ہو کر کسی باثبات شے پر بھروسہ کرنے کی ضرورت نہین محسوس کی ہے؟ کتنی دفعہ ہم نے دُکھ سے گھبرا کر۔ حوصلہ ہار کر استقلال کی خواہش

نہین کی ہے ؟ کتنی دفعہ ہم نے دُکھ سے نکلنے اور حقیقی سُکھ حاصل کرنے کے لیئے بالطبع
آرزو نہین ظاہر کی ہے ؟ کتنی بار ہم نے صداقت کی پیروی مین اپنے تئین محض دنیوی غیبات
یا سوسائٹی کے خوف سے عاجز ہوکر اپنی کمزوری کا تجربہ نہین کیا ہے ؟ کتنی دفعہ اس کمزوری
کے لیئے ہم نے دل ہی دل مین شرمسار اور افسوس زدہ ہوکر طاقتور ہونے کی تمنا نہین کی
ہے ؟ کتنی دفعہ اپنی قوم یا کل نوع انسان کی بھلائی کرنے کا خیال پیدا ہوکر ہمارے
دلون سے آخرکار دور نہین ہوگیا ہے ؟ کتنی دفعہ نیک کام کے کرتے وقت لوگون نے
اپنی غلطی سے ہر قسم کی مخالفت اور ایذا رسانی سے ہمارے دلونکو کباب نہین کیا ہے ؟
کتنی دفعہ ایسی صورتون مین ہم نے اپنے نیک ارادہ مین پھسلنے کا تجربہ اُٹھاکر مزید ہمت اور
حوصلہ کی خواہش نہین کی ہے ؟ کتنی دفعہ اس دُنیا کے ہزارون مروجہ مذہبون کی فضول
ہدایتین سُن سُنکر ہم نے اضطراب کے دریا مین غوطے نہین کھائے ہین ؟ کتنی دفعہ
ایسی حالتین ہم نے اس سوال کے حل کرنے مین کہ "صداقت کی کیونکر تصدیق ہو" مایوس
ہو ہوکر آہ وزاری نہین کی ہے۔ اور کتنی دفعہ تاریکی سے محیط ہوکر ہم نے ایسے وقت مین
روشنی ملنے کی آرزو نہین کی ہے ؟ پس اس سے زیادہ اَور کیا ثبوت درکار ہے۔ جس حالت
مین کہ ہمارا روزمرہ کا تجربہ شاہد اور گواہ ہے۔ کہ روح بالطبع روحانی غذا کی محتاج ہے
روح اخلاقی قوا مین کمزور ہے اور وہ طاقت کی خواستگار ہے۔ پس ضرور ہے کہ جس حکیم
مُطلق نے اُسے پیدا کیا ہے اور جسنے اُس مین یہ احتیاج اور اُسکے رفع کرنے کی خواہش دی
ہے اُس نے اُس کا کل سامان بھی ہم پہنچایا ہو۔ کیا اُسنے ہمین جسمی بھوک پیاس دیکر اُسکے
لیئے کھانے پینے کی ہزارہا اشیا پیدا نہین کین ؟ پھر روح جو ایسی افضل چیز ہے اور جو ابد الآباد
تک رہیگی اُسکے لئے کب ممکن تھا کہ سامان زیست موجود نہ کیا جاتا۔

بیشک انسان کی روح کا جب سے وجود ہے تبھی سے اُس کی بھلائی اور ترقی کا سامان بھی

موجود ہے ہان خود خدا ہماری روحانی بہوک کی خوراک ہے مگر اِس راز کا سمجہنا اُن
لوگون کے لیئے سخت مشکل ہے جن کا ایسے مضامین سے لگاؤ نہین ہے اور جو روحانی ترقی
کے الفاظ کو ہی سمجہہ نہین سکتے جو ایشر درشن اور خدا کی نزدیکی کے معنون سے ہی بے بہرہ
ہین - سچ ہے اگر یہی حقیقت عام کے دلونپر روشن ہوتی تو آج مذہب اور مذہبی آدمیون
کی جو خوفناک حالت نظر آتی ہے وہ غالباً موجود نہ ہوتی - ہم پوچہتے ہین کہ اگر ہم چولہے پر
ایک دیگ چاولون کی چڑہا دین اور ایک گہنٹہ بعد جا کر دیکہین چاول نہین پکے - پہر کچہہ
دیر بعد جا کر ٹٹولین اور چاول کچے معلوم ہون - غرض دیگ برابر چولہے پر چڑہی رہے
اور ہر گہنٹہ ہم دیکہتے رہین - یہانتک دیکہتے دیکہتے کئی برس گزر جائین اور آخر کار چاول
جیسے ڈالے گئے تہے ویسے ہی موجود ہین تو کیا بیوقوف سے بیوقوف انسان اِسقدر سمجہنے
کو مستعد نہین ہے کہ بیشک چولہے کے اندر آگ نہین جلائی گئی - اگر آگ جلائی جاتی اور
حرارت اُس برتن کے چاولون تک پہونچتی تو ضرور چاول پک جاتے - اسیطرح جو لوگ
ہاتہ مین مالا لیکر رام رام یا رادہاکشن یا کوئی مخصوص منتر جپتے جپتے عمر تمام کر دیتے ہین -
یا تین کال کی سندہیا کرتے کرتے زندگی گزار دیتے ہین یا پانچ وقتہ نماز پڑہ پڑہ کر ماتہے
پر گٹے ڈال لیتے ہین یا اِس قسم کی عبادتِ الٰہی کرنے کا ساری عمر فخر کرتے ہین - اور پہر
جب اُنکی زندگی کے چاول کو ٹٹولا جاتا ہے تو وہی کچے کا کچا معلوم ہوتا ہے تو اِس سے کیا
یہ بات صاف ظاہر نہین ہے کہ اُن کی زندگی کی دیگ جس چولہے پر برسون چڑہی رہی
اُسکے اندر آگ نہ جلتی تہی اور اُنکے برتن کو اُس کی حرارت نے بالکل مس تک نہین کیا -
طبیعی یا حقانی دین ہمکو اِس جلتی ہوئی روحانی آگ کے ساتہ جوگ (وصل) حاصل
کرنے کی ترکیب سکہلاتا ہے - اِس کی ہدایت سے ہم عبادتِ الٰہی (اُپاسنا) کے اُس سچے
طریق کو سیکہتے ہین جو نہ صرف ہمارے لیئے خدا کے ساتہ جوگ کرنیکا ذریعہ ہوتا ہے بلکہ خود

اُس اُپاسنا مین وہ اصُول شامل ہین جنسے ہماری روحانی **کُل قوتون** کا اُس ذاتِ پاک سے جوگ ہوتا ہے کہ جنکی ترقی کا مادّہ ہماری سرشت مین پیدا کیا گیا ہے اِسی کا نام اُدھیاتمک جوگ یا **روحانی پوجا** ہے۔

یہ وہ جوگ ہے جسکے ساتھ عبادتِ الٰہی کی غرض پُوری ہوتی ہے یہ وہ پوجا ہے جس کے ساتھ دینداری کی مُراد حاصل ہوتی ہے۔ یہ وہ جوگ ہے جسکے ساتھ دھرم کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔ یہ وہ پوجا ہے کہ جسکے ساتھ روح کی زندگی سُدھرتی ہے۔ ہان جب آفتاب کے ساتھ نظر جوڑوگے تبھی اُس کی کرن تمہاری آنکھو نتک پہونچے گی۔ اِسی طرح جب ہم عبادت کے سچے طریق کے ساتھ اپنی روح اُس روح الروح کے ساتھ جوڑتے ہین تو باطن اُس کے ساتھ ہم مُلہم (انسپایرڈ) ہوتے ہین۔ جب ہم اُس روح الروح کے ساتھ جو تمام روحانی خوبیون کا چشمہ ہے مُلہم ہوتے ہین تو اُس کی تاثیر سے ہماری روح کا متاثر ہونا لازمی ہے۔ اِس مرتبہ پر پہُنچنے کا نام ہی ایشر کا درشن کرنا ہے۔ اِس درجہ پر پہُنچکر عابد خدا کو گویا آنکھ سے دیکھتا ہے۔ پھر اُس کے ایمان کی آنکھ کھُل جاتی ہے اور نور النُور کے نُور سے روشن ہوتی ہے اِس منزل پر پہونچنے سے پریم (محبّت) کا تخم اُگنے لگتا ہے۔ اُمید کی کلی کھِل جاتی ہے۔ پاک زندگی کی کشش تیز ہوجاتی ہے۔ گُناہ کی رنگت پھیکی ہوہوکر کنارہ کرنا شروع کرتی ہے۔ کانشنس لطافت اور پاکیزگی حاصل کرنے لگتا ہے۔ دینی اِدراک بڑھ جاتا ہے۔ تمام شکوک رفع ہونے لگتے ہین۔ روحانی صداقتین خودبخود ظاہر ہونے لگتی ہین۔ خدا کی پاک مرضی روح کے رگ و ریشہ مین پیوست ہوجاتی ہے۔ جُرأت اور ہمت بڑھتی جاتی ہے۔ اخلاقی قوا روز بروز ترقی ہوتے جاتے ہین۔ پاکیزگی کی اُمنگ کے ساتھ ساتھ آنند کی لہرین جوش مارنے لگتی ہین۔ خدا کی نیک مرضی کا پورا کرنا ہی زندگی کا اصل اصُول بننے لگتا ہے۔ پھر یہ فقرہ کہ خدا روح کی روح ہے صرف پڑھنے اور سُننے کے لیئے ہی نہین

رہتا ہے بلکہ زندہ صورتین دکھائی دیتا ہے۔ ایسا عابد جس قدر زیادہ جوگ کرتا ہے اُسیقدر زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ جس قدر زیادہ مُلہم اور متاثر ہوتا ہے اُسیقدر مذکورہ بالا خوبیون کا رنگ گہرا ہوتا چلا جاتا ہے۔ جسقدر یہ رنگ جمتا جاتا ہے اُسیقدر دھرم کی بہوک پیاس اَور بہی بڑھتی جاتی ہے۔ غرضکہ گناہ سے آزاد ہوکر یہی روح ابدالآباد تک اپنی نیک اور اعلی صفات مین اسیطرح مُلہم اور متاثر ہوکر ترقی کرتی جاتی ہے"۔

یہی جوگ دین حقانی کی جان ہے۔ یہی جوگ شخصی الہام کی بُنیاد ہے۔ یہی جوگ صدہا نئی سے نئی دینی اور اخلاقی صداقتون کے انکشاف کا بڑا ذریعہ ہے۔ آج جنکو لوگ رسول یا پیغمبر یا رشی اور اَوتار کہکر یاد کرتے ہین وہ بہی مثل ہمارے انسان ہی تھے اور اُنہون نے اپنے اپنے زمانہ مین جسقدر روحانی صداقتون کا اظہار کیا ہے وہ بہی اِسی قسم کی جوگ کی بدولت تہا۔ ہندوؤن کے شاسترون۔ مسلمانون کے قرآن اور عیسائیون کی بائبل وغیرہ کُتب مین جسقدر روحانی صداقتین موجود ہین وہ اُسی لاانتہا روحانی صداقتون کے سمندر ہی مین سے نکلی ہوئی ہین۔ مگر وہ سمندر کے مقابلہ مین ایک قطرہ بہی نہین ہین۔ وہ سمندر جیسے پہلے لہرین مارتا تہا۔ آج بہی لہرین مار رہا ہے۔ آج وہ خشک نہین ہوگیا۔ اور نہ کبہی آئندہ خشک ہونا اُس کا ممکن ہے۔ پہر کیا وجہ ہے کہ جو سمندر اِس زمین پر پہیلا ہوا ہے اور جس مین غوطہ لگا کر آج سے ہزار برس پہلے لوگون نے جو موتی نکالے تہے صرف اُنہین پر اکتفا نہین کیا جاتا بلکہ غوطہ زنی کا سلسلہ برابر جاری چلا جاتا ہے اور نت نئے سے نئے موتی نکالے جاتے ہین۔ مگر خدا جو روحانیت کا لاانتہا سمندر ہے اُس مین غوطہ زنی کا سلسلہ بالکل بند کیا جاتا ہے؟ انگلنڈ مین صنعت کاری اور دستکاری کی آج کیسی گرم بازاری ہے۔ ہزارہا قسم کی چیزین جو وہان سے تیار ہوکر نکلتی ہین اُنکے دیکھنے سے عقل حیران ہو جاتی ہے۔ لیکن ابہی وہان بادشاہ کیطرف سے اگر یہ اشتہار مُشتہر کیا جاوے کہ آج سے

پانچ سو برس پہلے۔ انگلنڈ کے لوگ جنگلوں میں رہکر جنگلی پودہوں کی شاخوں اور پہول کے پتّوں وغیرہ سے جس قسم کی چیزیں بنا کر پہنا کرتے تھے وہی مُستعمل ہوں۔ کیونکہ اُن سے بہتر اُنکے سوا اَور چیزوں کا تیار ہونا ممکن ہے تو آج وہاں کے لوگوں میں کیسا تہلکہ پیدا ہو ایک شخص بہی تو ایسے اشتہار کو مجنونی کی بلکو اس سے زیادہ مرتبہ نہ دے۔ ہر ایک کے مُنہ پر یہی نکلے۔ جیسے وہ آدمی تھے ہم بہی آدمی ہیں۔ صنعت کاری کا مادّہ جیسا اُنمیں تھا ہمیں بہی ہے۔ جس حالت میں وہ اِسی مادّہ کی برکت سے جنگل میں گھاس پھوس جو کچھ ہاتھ لگتا تہا اُس کے زیور وغیرہ بنا کر اپنے تئیں آراستہ کرتے تھے۔ تو پہر ہم کیوں اپنے چاروںطرف اُن سے ہزاروں گُنا زیادہ سامان موجود ہوتے پر بہی اُسی مادّہ کے استعمال کرنے سے روکے جاتے ہیں؟ مگر کیسا تعجّب ہے اور کسقدر حیرانی ہے کہ ہم مذہبی صداقتوں کیلئے اُسی چُلّو بھر پانی کے ساتھ پیاس بُجھانے کے لیے مُستعد رہتے ہیں کہ جسکو ہمارے کسی بزرگ نے ہزاروں برس پہلے سمندر میں سے نکالا تہا!!! یہ سیدہی سادی بات ہماری سمجھ میں بہی نہیں آتی کہ جس روحانی طریق یعنی جوگ کے ساتھ ہمارے کسی بزرگ نے غوطہ زنی کرکے پہلے کچھ موتی نکالے تھے اُسی طریق کے ساتھ بلکہ اُس سے افضل طریق کے ساتھ ہم بہی غوطہ مارکر موتی نکال سکتے ہیں۔ جس جوگ سے وہ اپنی روح کو اُس روح الروح کے ساتھ مُلہم کرکے نئی زندگی حاصل کرنے کے لائق ہوئے تھے ہم بہی حاصل کرسکتے ہیں اُس کا رشتہ ہمارے بزرگوں کی روحونکے ساتھ ہزاروں برس پہلے جیسا تہا آج ہماری روحوں سے بہی ویسا ہی ہے۔ یہ ہماری خود نادانی ہے کہ ہم اُس رشتہ سے اپنے آپ کو مُستفید نہیں ہونے دیتے اس صدی کا ایک بڑا بھاری مشہور فلاسفر اور مُلہم اور مُقدّس شخص جس کا نام تہیوڈور پارکر ہے اپنی تصنیفات کے ایک مقام میں لکہتا ہے۔

"خدا اَب مرنہیں گیا اور نہ سوتا ہے۔ بلکہ جیسے قدیم سے جیتا جاگتا تہا ویسا ہی اَب بہی

وہ پہلے جس طرح لوگوں کو ملہم کرتا تھا اُس سے کچھ کم مُلہم نہین کرتا ہے۔ وہ اب بھی تمہارے دماغ دل اور روح کو ۔ صداقت ۔ محبت اور زندگی سے مالامال کرنے کو تیار ہے۔ جیسا کہ اُسنے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو مالامال کیا تھا اور وہ بھی اُنہین مراتب کے ساتھ۔ کیونکہ الہام (انسپی ریشن) عام عالمگیر قوانین کے ساتھ آتا ہے نہ کہ اُنسے کسی طرح مستثنیٰ ہوکر۔

جو لوگ مذہب کے پیرو ہین، اِس ادھیاتمک جوگ یعنی روحانی پوجا کی حقیقت سے آشنا نہین ہین وہ دھرم کی نعمتوں سے قطعی محروم ہین مذہبی باتین البتہ وہ طوطی کیطرح مُنہ سے نکال سکینگے ۔ ظاہری طریق بھی دکھلا سکینگے ۔ مگر اُنکے پاس وہ چیز نہین ہے جسے "زندگی کی روٹی" کہتے ہین۔ اُنکے ہاتھ مین روٹی ہے۔ مگر کاٹھ کی۔ جس سے پیٹ نہین بھر سکتا۔ اور زندگی نہین پیدا ہو سکتی۔

دین حقانی مین اگر چڑھ بڑھ کر کوئی خوبی ہے تو یہی ہے کہ کسی فریق یا ملت کے موافق اِس قسم کی باتون مین فخر نہین کرتا ہے کہ تمہارا پیغمبر جھوٹا اور ہمارا پیغمبر سچا۔ تمہارے ہادی مین یہ عیب اور نقص تھے اور ہمارا ہادی اِن سب سے بری تھا۔ جو لوگ دھرم کی حقیقت کو نہین سمجھتے ہین وُہی اِس قسم کی مورچہ بندی کرتے ہین۔ مگر برامھہ دھرم کی ہدایت کے موافق دھرم زندگی کی چیز ہے۔ جس کا چشمہ ہر ایک روح کے اندر موجود ہے اُس چشمہ کو جاری کرکے اُس سے روح کو سیراب کرنے کی ضرورت ہے۔ اور جو لوگ ادھیاتمک جوگ یا روحانی پوجا کے سچے طریق کو عمل مین لاتے ہین وُہی اِس کو سیراب کرنے اور زندگی کی چیز بنانے مین کامیاب ہوتے ہین۔

اے دھرم کے پیاسو! اِس عالمگیر (یونیورسل) دین کی ماہیت کو سمجھو۔ اور اِس طبعی دین سے ۔ حقیقی دین سے ۔ خدا کے دین سے اپنے تئین مستفید کرو۔ فقط

ابدی زندگی اور اُس کے ساتھ روحانی ترقی کالا انتہا سلسلہ

اگر ایک چڑیا کی پیدایش کو ہم تحقیقات کی نظر سے دیکھین تو اُس کی زندگی مختلف زمانہ مین جو مختلف صورتین قبول کرتی ہے اُنسے اپنی زندگی کے بارے مین بھی بہت کچھ صداقتین سیکھ سکتے ہین پہلی زندگی اُس کی جو انڈے کی صورت مین نمودار ہوتی ہے اُس مین بجز ایک رقیق مادہ کے اور بظاہر کچھ موجود نہین ہوتا۔ وہی مادہ رفتہ رفتہ منجمد ہونے سے ایک اور نئی صورت قبول کرتا ہے اور جسوقت وہ انڈا پھوڑکر باہر آتا ہے اُس وقت پہلی صورت سے بالکل مختلف چونچ - آنکھون اور پنجون وغیرہ کے ساتھ ایک ماس کا لوندا بنکر دکھائی دیتا ہے اِس صورت کو ہم اُس کی زندگی کی **دوسری منزل** قرار دیتے ہین - اِس دوسری منزل تک پہونچکر بچہ ہلتا ہے - جُلتا ہے - بولتا ہے - مُنہ پھیلاتا ہے - اور چُگا کھاتا ہے - ماں باپ کی حفاظت مین گھونسلے مین رہتا ہے - رفتہ رفتہ اُسی گھونسلے مین پھر اُس کے بازو نکلنے شروع ہوتے ہین اور پھر اُنمین پَر نمودار ہوتے ہین - یہانتک کہ ایک روز وہ پُورا پرند بنجاتا ہے اور موقع پاکر اُسکے ماں باپ اُسے گھونسلے سے باہر لیجاکر آخر کار اُس کو محض اُسکے بھروسہ پر چھوڑ دیتے ہین - جسوقت پَر نکالکر یہ گھونسلے سے باہر ہوتا ہے اُس کو ہم اُس کی زندگی کی **تیسری منزل** قرار دیتے ہین - اِس تیسری منزل مین اُس کی طرز زندگی قطعی اَور ہو جاتی ہے - اَب چھوٹے سے گھونسلے مین اپنے آپ کو بند نہین پاتا ہے - بلکہ ازحد کُشادہ اور بے انتہا وسعت دار آسمان اپنے چارونطرف پھیلا ہوا پاتا ہے - اَب گھونسلے کی تاریک یا دُھندلی روشنی مین اپنی آنکھین نہین کھولتا ہے بلکہ نیم روز کے آفتاب کی اعلیٰ اور شفاف روشنی سے اُنہین منوّر پاتا ہے - اَب وہ گھونسلے مین بیٹھ کی

گندی ہوا مین دم نہین لیتا ہے۔ بلکہ بڑے بڑے میدان اور جنگلون کی کھلی ہوئی اور تازی ہوا مین سانس لیتا ہے۔ اب وہ فقط اُن چند اقسام کے دانون سے ہی پیٹ نہین بھرتا ہے جو اُسکے والدین چونچ مین لاکر اُسے بڑے پیار سے کھلایا کرتے تھے۔ بلکہ ہزارون اقسام کے پھل اور میوے (جن سے سطح زمین کے قطعات پُر ہین) حسب خواہش کُترتا ہے اور کھاتا ہے اور اِن سب باتون کے علاوہ مثل گھونسلے کے اپنے بازوؤن کو بند نہین پاتا ہے بلکہ تمام کرہ ہوائی کو نہایت خوبصورت نیلے رنگ کے لاانتہا طول و عرض کے شامیانے سے ڈھکا ہوا دیکھکر حسب خواہش اپنے پرون کی طاقت کو پورا پورا آزمانیکا موقع پاتا ہے۔ غرضکہ اِس تیسری منزل مین پہونچنے سے اِس پرند کی طرز زندگی بالکل اَور ہوجاتا ہے اور اب وہ بچہ نہین ہے جو گھونسلے مین تہا اور نہ وہ رقیق مادہ ہے جو انڈے مین تھا۔

اِنسان کی زندگی بھی اِسی طرح منزل بمنزل نئی صورت اور نئی حالت حاصل کرتی ہے۔ اوّل اوّل یہ مثل انڈے کے ایک رقیق مادہ کی صورت مین ہوتا ہے۔ پھر مان کے رِحم مین پرورش پاکر گوشت کی شکل مین تبدیل ہوتا ہے۔ پھر اَور مزید پرورش کے ساتھ ایک اندھے اور گونگے بچہ کی شکل قبول کرتا ہے اور آخرکار جسمانی اعضا کی تکمیل کے بعد اُس پہلی دُنیا کو چھوڑ دیتا ہے اور ایک نئی دُنیا مین ظاہر ہوتا ہے (جس کا رنگ اور روپ۔ طریق اور برتاؤ پہلی دُنیا کی نسبت (جبکہ وہ مان کے رحم مین تہا) بالکل اَور ہے۔ یہان پہنچ کر وہ سانس لینا اور آنکھ کھولنا شروع کرتا ہے۔ نئی روشنی اور نئی چیزین دیکھتا ہے۔ کانون سے مختلف آوازین سُنتا ہے۔ مُنہ سے دودھ وغیرہ غذا کھاتا ہے اور اُسکے ذائقہ مین تمیز کرنا شروع کرتا ہے۔ ہاتھ پیرون کی کھلی حرکت حاصل کرتا ہے۔ دُکھ درد معلوم کرتا ہے بھوک پیاس کا درد کر اظہار کرنا شروع کرتا ہے۔ غرضکہ یہ بچہ اپنی اِس زندگی کے لحاظ سے اب وہ

بچہ نہیں ہے جو ماں کے رحم میں تھا۔ اس زندگی کو ہم اُس کی دُوسری منزل قرار دیتے ہیں۔

اس دوسری منزل میں پہونچکر اُس کی روح میں جو ذہنی۔ اخلاقی اور مادی میلانات راسخ رہی۔ چہ اں، توارث کی تخم کے موجود ہوتے ہیں۔ دہیرے دہیرے نشو و نما پانا شروع کرتے ہیں۔ ماں باپ کے جیسے خیالات ہوں۔ جیسی چال ڈھال ہو۔ جیسا اخلاق۔ برتاؤ اور مزاج ہو۔ جس قسم کی سوسائٹی ہو اُسی کی تربیت اور تعلیم کے لحاظ در یا نی سے مذکورہ بالا قوتوں کے پودھے طاقت حاصل کرتے ہیں۔ اور ترقی ہوتے ہیں۔ پہلے پہل جب عقل نہایت ضعیف ہوتی ہے تو بچہ بالکُل یقین کا پُتلا ہوتا ہے۔ اُسوقت جھوٹ سچ۔ غلط صحیح۔ جو کچھ اُسے بتلاؤ اُسی پر یقین کر لیتا ہے عقل اُسوقت یہانتک کمزور ہوتی ہے کہ کسی کے کلام یا تعلیم میں دخل دینا اُس کے لیئے محال ہوتا ہے۔ مگر جوں جوں عُمر بڑہتی جاتی ہی اور جوں جوں مشاہدہ اور تجربہ زیادہ ہوتا جاتا ہے توں توں یہ قوت بہی زیادہ زوردار ہوتی جاتی ہے۔ یہانتک کہ سنِ بلوغت میں پہونچکر آدمی اِس لائق ہوجاتا ہی کہ بہُت سے اُمور میں وہ اپنی رائے آپ قائم کرنے لگتا ہے بہُت سی باتیں جو بچپن میں اُس کے نزدیک بالکُل سچ معلوم ہوتی تہیں اب فقط افسانہ معلوم ہوتی ہیں۔ پہلے جب وہ بچہ تہا اپنے تئیں بالکُل بیکس پاتا تہا اور محض اپنے محافظوں پر بھروسہ کرتا تھا۔ اب دیکھتا ہے کہ وہ خود اپنی زندگی کے حالات پر بہُت کچھ قادر ہے۔ پہلے وہ اگرچہ قوتِ ارادہ رکھتا تھا مگر اُسپر خود کچھ اختیار نہ رکھتا تھا۔ اب دیکھتا ہے کہ وہ اپنے ارادہ کا خود مالک ہے غرضکہ جو **شخصیت** (انفرادی۔ جو ایلٹی) اُس میں پہلے نہ تھی۔ اب وہ اُس میں پیدا ہوگئی ہے۔ پس اِس مرتبہ پر جو انسانی زندگی پہونچتی ہے اُس کو ہم اُس کی زندگی کی **تیسری منزل** قرار دیتے ہیں۔

اَب اِسکے بعد ایک اَور زندگی ہے۔ اُس زندگی کی حالت مذکورہ بالا تین اقسام کی زندگیون سے کہین علیحدہ اور کہین بڑھکر ہے۔ جو لوگ اِس زندگی مین داخل ہوتے ہین۔ اُنکی رہن سہن چال ڈھال ایک ایسی صورت اختیار کرتی ہے کہ جس مین یہ صفات جو مثل انصاف۔ رحم۔ ہمدردی۔ محبّت۔ اِنکسار۔ صداقت وغیرہ کے اخلاق کے ضمن مین شمار کی جاتی ہین۔ اِنسان پر غلبہ حاصل کرتی ہین۔ تُخم تو اِن کُل صفات کا مثل قوائے ذہنی کے ہر ایک اِنسان کی روح مین ہوتا ہے مگر اُس کا نشو ونما پانا اور ترقی کرنا تعلیم اور تربیت پر موقوف ہے۔ جب مناسب تربیت اور تعلیم ملتی ہے تو اِن صفات کا بیج بھی پھوٹ کر انکھوا نکالتا ہے۔ اور دھیرے دھیرے ترقی کرکے پھول پھل لاتا ہے۔ اکثر اوقات اِنسان کی اخلاقی تربیت یہان پوری نہین ہوتی۔ مُہذب سے مُہذّب قومون مین بھی اَبتک ایسا زمانہ نہین آیا ہے جہان کہ اِس اخلاقی تعلیم اور تربیت کے عمدہ اور کامل وسائل موجود ہون۔ پس عمُوماً ایسا ہوتا ہے کہ جنکو خوش نصیبی سے اچھی تربیت اور تعلیم بھی ملتی ہے اُنمین بھی مذکورہ بالا کُل صفات مترقی نہین ہوتی ہین کسی مین محبّت اور رحم ہے مگر صداقت نہین ہے کسی مین صداقت ہے مگر ہمدردی اور محبت نہین ہے۔ کسی مین رحم ہے مگر انصاف نہین ہے۔ مگر ایسے لوگ کم اور بہت ہی کم ہوتے ہین جو کُل صفات اور قریباً کُل کے ساتھ ممتاز پائے جاتے ہون۔ بہر صورت جس درجہ مین یہ زندگی کسی اِنسان مین موجود ہوتی ہے اُسی درجہ وہ اِس زندگی کے ذریعہ جو برتاؤ اپنے ساتھ اور غیرون کے ساتھ اختیار کرتا ہے اُس مین اِس زندگی کی ایک مخصوص حالت اور مخصوص کیفیت محسوس کرتا ہے۔ اِس زندگی مین ایک ایسی اندرونی حس (سینس) پیدا ہو جاتی ہے کہ اِنسان صرف اُنہین افعال مین راحت محسوس کرتا ہے۔ جو نیکی سے وابستہ ہین اور برخلاف عملدرآمد مین بالکل چین نہین پاتا یہی ہی زندگی ہے کہ جو اِنسان کو سچی روحانی (اسپی۔ ری چوءال) زندگی کے لیے تیار

اور اسی کو ہم انسانی زندگی کی چوتھی منزل سے نامزد کرتے ہین۔

چوتھی منزل کے سوا ایک اور منزل ہے جسکو ہم رُوحانی زندگی سے موسوم کرتے ہین جبتک کوئی شخص چوتھی منزل مین قدم نہ رکھے اور اُس کی صفات سے اپنے تئین آراستہ کرنے کا مصمم ارادہ نہ کرے تبتک وہ روحانی زندگی کے حاصل کرنے کے قابل نہین ہوسکتا۔ یہ وہ زندگی ہے جس مین اِنسان کی روحانی آنکھ کھُل جاتی ہے جس کو بشواش سے تعبیر کرتے ہین قوت بشواش کی ایک ایسی قوت ہے کہ جو مثل زنجیر کی ایک کڑی کے پرماتما اور آتما یعنی خدا اور روح کے اُس پوشیدہ رشتہ کو جوڑتی ہے کہ جس کی ترقّی سے رُوح خدا کا توصّل حاصل کرکے دیدار الٰہی کی حقیقت کا علم پاتی ہے اور اُس نُورالنور کے نُور سے اپنے تئین منوّر کرتی ہے جسکی تاثیر سے متاثر ہوکر پاکیزگی مین روز افزون ترقی کرتی ہے اور راحت حقیقی کے سرور سے مسرور ہوتی ہے۔ دینی صداقتون کا دروازہ جسپر کھُلتا جاتا ہے اور تمام خواہشات حیوانی اور دنیوی شوق ہوتی جاتی ہین۔ دُنیا کی بے ثباتی ظاہر ہوتی جاتی ہے۔ اور ایک خدا ہی تمام اُمیدون کی اُمید اور تمام آرزوؤن کی آرزو بنجاتا ہے۔ اُسی کی قربت اور اُسی کی محبت کا شوق جوش مارتا ہے اور صرف اُسی کی مرضی کے ڈھونڈنے اور پورا کرنے اور اُسی کی بزرگی قائم کرنے اور اُسی کی بادشاہت کے بڑھانے مین عمر بسر کرنا اِس زندگی کا مقصد اور حصول ہوجاتا ہے۔ دُکھ کیوقت وہی جائے حفاظت اور سُکھ کیوقت وہی چشمہ راحت بنجاتا ہے۔ اِس درجہ پر جب اِنسان کی زندگی پہونچتی ہے تو اسے ہم اُس کی پانچوین منزل قرار دیتے ہین۔

اِس کے علاوہ اَور بے شمار منزلین ہین اور بے شمار اُنکی صفاتین اور بے شمار اُن کی کیفیتین ہین۔ مگر وہ کُل اِس دُنیا مین رہتین کہ ہم اوّل آخر ایک رفیق دوسری زندگی

شروع کرتے ہین) حاصل نہین ہوتین۔ خدا کے قانون کے موافق اِس دُنیا سے علیحدہ ہونے کے بعد یعنی جسم سے روح کی مفارقت کے بعد درجہ بدرجہ حاصل ہوتی ہین اور ابدالآباد تک جاری رہتی ہین۔ موت فقط جسم کو ہو۔ زندگی روح کے لیئے ہے۔

تہوڑے اور بہت ہی تہوڑے لوگ ایسے ہوتے ہین جو اِس دُنیا مین مذکورہ بالا پانچ منزلین بہی طے کر لیتے ہین۔ ورنہ کُچھ چوتہی زندگی مین اور بہت سے تیسری زندگی مین اور زیادہ تر دُوسری اور پہلی ہی زندگی مین اِس دُنیا کو چہوڑ جاتے ہین۔ مبارک ہین وہ جو انسانی زندگی کی اصلیت کو سمجہتے ہین اور اُس کی قدر کرتے ہین اور اُسے سچی کوشش اور ثابت قدمی سے حاصل کرتے ہین فقط

تمام شد

اشتہار

رسالہ دہرم جیون جو ماہوار نکلتا ہے ...... قیمت ۲ر سالانہ

مہرشی دیوبندرناتھ ٹھاکر کے براہمہ دہرم کے بنگالی بیاکھیانون کا ہندی مین ترجمہ کُل کتاب کے لیئے جو قریباً تین سو صفحہ کے ہوگی ...... عہ ر

براہمہ دہرم **سنگھتا** ہندی بہاشا مین جس مین پرم دہرم کے ساری تتّون کا بیان ہے اور موقع موقع پر کثرت سے شاسترون کے حوالہ بہی دیئے گئے ہین۔ مکتی اور دہرم جیون کے خواستگارون کے لیئے ایک نایاب نسخہ (عنقریب چہپیگی)